مجلہ ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

شمارہ 10 جلد 10

جولائی 2010ء شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

اور اب حرمتِ قرآن کا مسئلہ

اداریہ

عقائدِ صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین

صوفیاءِ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

کی ترحم و غمخواری



حضور نقشِ لاثانی

کی قیام پاکستان اور مہاجرین کی
آبادکاری کیلئے کوششیں

صبر کا ثواب



عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

قرآن کریم کی روشنی میں

حمدِ ربِ کریم جل مجدہ

ماہِ انور اور کیا مہرِ منور دیکھنا
دیکھنا ہے اک اسی کو جلوۂ گستر دیکھنا

ہے شہنشاہِ حقیقی اک اسی کی ذات ہی
سرکشی اچھی نہیں اے فکرِ خود سر دیکھنا

ذکرِ حق سے جان و دل کو کیا ہی ملتا ہے سکوں
شدت طوفانِ غم میں نام لے کر دیکھنا

بندۂ بن خالق کا بندے ! یہ تجھے زیبا نہیں
اشرف الخلوق ہو کر اس کا ہمسر دیکھنا

صدق دل سے بن گدا تو خالق کونین کا !!
پھر گدا تیرے ہیں دارا و سکندر دیکھنا

شرک سے ، تشبیہ سے، وہم و تصور سے ورا
واہ وا سرکار کا ایسے کو جا کر دیکھنا

دیکھنے میں اپنا ہونا ہی رکاوٹ ہے بڑی
دیکھنا ہے کچھ تو پھر کچھ بھی نہ ہو کر دیکھنا

تیری رحمت سے ہوں میں یارب گدائے مصطفےٰ
اس حوالے سے میرے جرموں کا دفتر دیکھنا

دیکھنے کی اصل میں گویا یہی تمہید ہے
مرشدِ کامل کا آسی روئے انور دیکھنا

نعتِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

دل کے ہر گوشے میں ان کو جلوہ گستر دیکھنا
دیکھنا یوں ہو تو پھر کیا اس سے بہتر دیکھنا

قسمتِ کوہِ اُحُد میں ایک ٹھوکر دیکھنا
بڑھ گیا یوں کتنے انسانوں سے پتھر دیکھنا

جان و دل کو خود نوازیں تو کرم سے کیا بعید
ورنہ ممکن کس سے ان کو آنکھ اٹھا کر دیکھنا

ہاں یہی نورِ یقیں ہے، ہاں یہی حسنِ نظر!
ماننا مالک انہیں، سلطان و سرور دیکھنا

زندگی لیتی ہے پھر کیا کیا بلائیں موت کی
جینے والو! ان کی عظمت پر بھی مر کر دیکھنا

ہے یہ صرف ان کے گدا کی شان، اوروں کی نہیں
مانگنا بوند اور دامن میں سمندر دیکھنا

راکبِ دوشِ رسالت کا سرِ نیزہ ہے سر
کیا ہی اونچا ہے اے عرشِ ربِ اکبر دیکھنا

اس نظر کا صدقہ جو تھی حضرتِ صدیق پر
اس طرف بھی اے کریمِ بندہ پرور دیکھنا

نقشِ لاثانی کا صدقہ یہ بیان ہے اور نظر
ورنہ آسی بولنا کیا اور کیوں کر دیکھنا

حضور مفکرِ اسلام علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

یونس-۶۳

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقہ — اداریہ

اور اب حرمت قرآن کا مسئلہ

سعید آسوی کے قلم سے

آج اہلِ مغرب اسلام کی (نعوذ باللہ) توہین پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں اور قرآن، اسلام اور بانی اسلام ﷺ سے کائناتِ عالم میں انقلاب برپا کرنے کا 'بدلہ' لینے پر تلے ہوئے ہیں۔ ابھی توہینِ رسالت کی مہم میں ان کا 'تعفّنِ طبع' اپنا آپ دکھا رہا تھا کہ توہینِ قرآن کا لعنتی طوق بھی انہوں نے اپنے گلے کا ہار سمجھ کر پہن لیا ہے۔ انٹرنیٹ(INTERNET) پر قرآن کے غلط تراجم شائع کر دیئے گئے ہیں (گویا اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی)۔ یعنی مغرب اسلام کی بیخ کنی کے لئے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔

اس سے پہلے مرزئی بھی یہ مذموم حرکت کر چکے تھے کہ قرآن پاک میں جہاں جہاں حضورِ اکرم نورِ مجسم ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے یا آپ ﷺ کے فضائل بیان کئے گئے ہیں، وہاں ترجمے میں حضور ﷺ کی ذاتِ اقدس کی بجائے مرزا قادیانی ملعون کا نام لکھ دیا گیا۔ جیسا کہ قرآن کے روسی ترجمے میں انہوں نے ایسا کیا۔ مثلاً جہاں یہ آیت ہے اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ۔ انہوں نے ترجمہ کیا، اے مرزا ہم نے تجھے کوثر عطا فرمائی (نعوذ باللہ۔ ثم نعوذ باللہ) جہاں آیا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ، مرزئیوں نے ترجمہ کیا، اے مرزا ہم نے تیرے ذکر کو بلند فرما دیا ہے (نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ)۔ پورے قرآن کے ساتھ مرزئیوں نے یہی 'بدسلوکی' کی۔ انہی کے بھائی اور شیطانِ ثانی، یورپ نے کتاب اللہ کی اسی قسم کی توہین کا آج ارتکاب کیا ہے کہ قرآن کا غلط سلط اور من چاہا ترجمہ انٹرنیٹ کے ذریعے شائع کر دیا ہے جو کہ دنیائے اسلام کے منہ پر ایک طمانچہ ہے جبکہ دن بدن پھیلتے ہوئے اسلام کے سامنے ان کی بوکھلاہٹ کا اظہار بھی۔

ماضی میں بھی غیر مسلم اقوام اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتی رہی ہیں تاہم مسلمانوں کی ملّی و دینی غیرت کے سبب وہ کھل کر منظرِ عام پر نہیں آتی تھیں اور اگر کبھی ایسا ہوا تو کبھی غازی علم الدین شہید جیسے غیرتمند نے ان کے سر تن سے جدا کر دیئے اور کبھی غازی عبدالقیوم شہید جیسا مردِ جری ان کے راستے کی دیوار بن گیا لیکن اب نئے عالمی نظام کے بانیوں (Founders of of the New World

(Order) کے گماشتوں کے طور پر وہ بڑی دیدہ دلیری سے سامنے آرہے ہیں اور جب کوئی ہوشمند اور مخلص مسلمان کسی گستاخ کا منہ بند کرنے کے لئے غیرت کھاتا ہے تو آزادئ رائے (Liberalism) کا درس دے کر ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مقامِ افسوس ہے کہ ایسے نام نہاد مسلمان حکمران بھی ان کے ہم زبان ہو جاتے ہیں جو عالمی امن (World Peace) اور عالمی بھائی چارے (World Brotherhood) جیسے مسحور کن نعروں سے متاثر ہو کر اپنے ملکی نصابِ تعلیم سے جہاد والی آیات حذف کرا دیتے ہیں یا اپنے ملکوں میں علماءِ کرام پر پابندی لگاتے ہیں کہ جمعہ کے خطبات میں یہودیوں کی مذمّت والی قرآنی آیات کا ذکر نہ کریں۔

اہلِ اسلام کو جن مختلف طریقوں سے مطعون کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ان میں ایک بنیاد پرستی (Fundamentalism) کا الزام بھی ہے۔ اہلِ مغرب (یورپی و امریکی یہودی و عیسائی) جس مسلمان کو سچے دل سے اسلام کا پیروکار دیکھتے ہیں، جھٹ اس پر بنیاد پرستی کی پھبتی کس دیتی ہیں اور مسلمان بھی اسے محض ایک گالی اور تنگ نظری کا لیبل سمجھتے ہوئے اس سے بچنا چاہتے ہیں تو طرح طرح سے اپنی صفائی پیش کرتے ہیں۔ اس لفظ کی تاریخ تو یہ ہے کہ انگریز بادشاہوں نے عیسائی پادریوں کے مذہبی اقتدار سے پیچھا چھڑانے کے لئے ان کو بنیاد پرست کہا تھا تاکہ لوگ جان لیں کہ ان مذہبی رہنماؤں کو بنیادی عقائد کے سوا کچھ معلوم نہیں اور یہ دنیوی و حکومتی امور میں دخل دینے کے ہرگز اہل نہیں۔ اب یہ ہتھکنڈا اہلِ مغرب ایسے مسلمانوں پر استعمال کر رہے ہیں جو ان کے نزدیک اپنے دین و مذہب اور ملک و ملّت سے مخلص ہیں۔ مسلمانوں کو اس سے کسی احساسِ کمتری میں مبتلا ہونے کی بجائے خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ کم از کم اس قسم کے حربوں سے دشمن خود ان کی پختگی ایمان و کردار کی گواہی دے رہا ہے اور انہیں مزید غیرتِ دینی و ملّی کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔

بے دین عناصر اور متعصب عیسائی، یہودی اور ہندو عالمی ذرائع ابلاغ پر یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی الہامی کتاب بھی دیگر کتب کی طرح تحریف و تبدل سے خالی نہیں اور اس کے بہت سے احکام وقتی مصلحتوں کے تحت تھے، اس لئے یہ بھی کوئی مکمّل ضابطۂ حیات نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پچھلے چند سالوں سے یہود و ہنود اور نصاریٰ کے سامنے سب سے بڑے دو ہدف ہیں۔

۱۔ قرآنِ مجید ۲۔ ذاتِ رسالتمآب ﷺ

اور اس عرصہ میں جو روح فرسا واقعات (بالخصوص امریکہ و یورپ اور دیگر غیر مسلم ممالک میں) کثرت سے رونما ہوئے، وہ اس قسم کے تھے۔

۱۔ مسجدوں کو آگ لگائی گئی اور قرآن پاک جلائے گئے۔ ہم نے سوائے افسوس کے کچھ نہ کیا۔

۲۔ قرآنِ پاک اکٹھے کر کے اوپر ناچتے اور اللہ کی کتاب کو پاؤں سے ٹھوکریں لگائی گئیں لیکن ہماری حمیّت جوش میں نہ آئی۔

۳۔ قرآنِ پاک کے اوراق پھاڑ کر بازاروں، گلی کوچوں اور کبھی لیٹرینوں میں پھینکے گئے (العیاذ باللہ)، مگر ہم پھر بھی چپ رہے۔

۴۔ قرآنِ پاک میں بم رکھے گئے لیکن ہماری رگِ غیرت پھر بھی نہ پھڑکی۔

۵۔ قرآنِ پاک کی مقدّس آیات کو کپڑے پر چھاپ کر تھان مارکیٹ میں لائے گئے۔ کچھ لوگوں کیا احتجاج پر وہ کپڑا واپس لے لیا گیا لیکن کسی کو سزا نہیں دی گئی۔

۶۔ کائنات اور انسانیت کے محسنِ اعظم ﷺ کے گستاخانہ خاکے شائع کئے جاتے رہے۔ اگر چہ دنیائے اسلام میں اس پر بڑی لعن طعن ہوئی تاہم بات تاحال اس سے آگے نہیں بڑھ سکی اور ابھی تک ان گستاخوں کے ناپاک وجود ہماری غیرت وحمیت کو منہ چڑا رہیں ہیں۔

۷۔ ہمارے پیارے رسولِ اکرم ﷺ کا اسمِ گرامی 'محمّد' (ﷺ) پہننے والے کپڑوں پر چھاپا گیا لیکن عاشقانِ رسول نے کسی کو بھی خاک وخون میں نہیں تڑپایا۔

۸۔ ٹائر اور ربڑ بنانے والی چند کمپنیوں نے کاروں کے ربڑ گارڈوں پر'اللہ' (جل جلالہ) ،'محمّد' (ﷺ) کے اسمائے پاک لکھ کر بیچا لیکن کسی نے نوٹس نہیں لیا۔

یہ روح فرسا واقعات جو پہاڑوں کا دل لرزانے کے لئے بھی کافی تھے،مسلمانوں کی بے حسی کا شکار ہو گئے۔اور دشمن جو ہماری غیرت سے خوفزدہ تھا، دلیر ہو گیا اور اب کھل کر میدان میں آ چکا ہے۔ ہماری اس بے حسی پر اگر اللہ تعالٰی نے ہمیں عذاب کا سزاوار قرار دے دیا تو آسمان سے پتھروں کی بارش ہو سکتی ہے، زمیں کا سینہ پھٹ سکتا ہے، ایسی بدامنی ہو سکتی ہے کہ بھائی بھائی کا گلا کاٹے گا۔ ایسا قحط آ سکتا ہے کہ الامان والحفیظ۔ یہ ایک ایسا عذاب ہوگا جو اوپر سے، نیچے سے، دائیں سے، بائیں سے، ہر سمت سے آئے گا اور وہ بھی اس سے نہیں بچ سکیں گے جو عابد بنے اپنی جنّت کے لئے فکر مند ہیں۔

کاش! اس نازک ترین صورتحال میں اسلامی ممالک کے سربراہ اور دیگر زعماء سر جوڑ کر بیٹھتے اور صبر وسکون سے حالات کا جائزہ لیتے اور پھر عالمِ اسلام کو متّحد و بیدار کرتے۔ مگر افسوس! کتنے ہی مسلم سربراہانِ مملکت ایسے ہیں جو دانستہ و نادانستہ امریکی انسان کش اور یورپی اسلام کش پالیسیوں کا مہرہ بنے ہوئے ہیں اور جنہیں اپنی چند روزہ حکومت پر دینی وقومی مفادات قربان کرتے کسی خلشِ ضمیر سے واسطہ نہیں پڑتا۔ جو دشمن کے ہاتھ پر حکومت ودولت کی خاطر بک چکے ہیں اور اب ساری قوم کو بیچنے کا تہیّہ کر چکے ہیں۔ سچّے خدا سے بغاوت کر کے نئے جھوٹے خدا امریکہ کی پرستش میں مصروف ہیں اور اسے خوش کرنے کے لئے اپنے اپنے علاقے میں مسلمانوں کو روزانہ خاک وخون میں تڑپا رہے ہیں۔

یاد رکھئے! نجات کا یہی ایک طریقہ ہے کہ ان ناقابلِ گفت حالات میں غیرت کا مظاہرہ کیا جائے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کی عزّت وحرمت کا مسئلہ ہے، جس کو پوری قوّت کے ساتھ بچانا ہے تاکہ دشمن کے دل میں یہ خوف بیٹھ جائے کہ آئندہ کسی بھی جگہ اللہ، رسول ﷺ اور کتاب اللہ کی بے حرمتی کی وہ جرات نہ کر سکے۔ ہمارے نزدیک ان سنگین حالات میں اگر کوئی مسلم خدانخواستہ بے حسی کا مظاہرہ کرتا ہے یا چپ رہتا ہے تو اس کا مطلب ہوگا اسے اسلام سے کوئی سروکار نہیں اور یقیناً وہ منافق ہے، جس کی سزا جہنّم میں کافر سے بھی بدتر ہے۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا (النّساء۔۱۴۵)

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہیں پائے گا۔

تو آیئے! قدم بڑھائیں ان اقدام کی طرف

۱۔ ملّتِ اسلامیہ کے مخلص رہنماؤں کو قوم کو متحد اور بیدار کرنے کے لئے دن رات محنت کرنیچاہئے۔اسلام دشمنوں کے ناپاک منصوبوں کو قوم کے سامنے لانا چاہئے اور بچوں، جوانوں، مردوں، بوڑھوں اور عورتوں کو اسی ایمانی جذبے سے بیدار کر دینا چاہئے جوان کی اصل میراث ہے۔فحاشی، جنسیت پرستی کا جو سیلاب قوم کی طرف بڑھ رہا ہے، قوتِ ایمانی کے ذریعے اس کے آگے بند باندھنا چاہئے۔حیا سوز اور گمراہ کن ناولوں اور فلمی گانوں کے تباہ کن اثرات کاسدّ باب کرنا چاہئے۔یعنی بے غیرتی ختم کریں تا کہ غیرتِ خدا اور رسول (جل وعلا فصلی اللہ علیہ وسلم) جگہ بنائے۔اپنی تہذیب وثقافت کے بارے میں جدید تعلیم یافتہ طبقے کو جس احساسِ کمتری کا شکار کیا جا رہا اس کا مداوا ڈھونڈھنا ہوگا۔

۲۔ ہر مسجد سے اللہ جل جلالہ، اس کے رسول ﷺ، اور کتاب اللہ کی حرمت وناموس کے لئے آواز بلند ہونی چاہئے اور سخت سے سخت انداز سے صدائے احتجاج اٹھنی چاہئے۔

۳۔ صاحبِ ثروت مسلمان تبلیغِ دین کے لئے اپنی آمدنی کا ایک معقول حصہ وقف کریں۔

۴۔ مسلمان وکلاٗ اور عام مسلمان عدالتوں میں توہینِ رسول اور توہینِ قرآن کے مرتکب ملزموں کیخلاف مقدمے دائر کریں۔بین الاقوامی عدالتِ انصاف کس مرض کی دوا ہے۔اگر وہ بھی انصاف فراہم نہیں کرتی تو مسلم ممالک اقوامِ متّحدہ سے ناطہ توڑ دیں۔

۵۔ اجتماعات بالخصوص جمعہ کے اجتماعات میں اہلِ اسلام مجموعی طور پر توبہ کریں اور اسلام کی کسی قسم کی تذلیل برداشت نہ کرنے کا حلف اٹھائیں۔

۶۔ قرآنِ پاک سے اپنی وابستگی ثابت کرنے کے لئے ہر مسلمان کوشش کرے کہ کم از کم ایک دفعہ روزانہ وہ قرآنِ پاک کو نہایت ادب ومحبت سے پڑھے گا۔اس میں فرمودہ احکاماتِ الٰہیہ پر عمل کرے گا اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے نفرت کرے گا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور کلام اللہ کے ساتھ اپنی حمایت (Solidarity) دکھانے کے لئے نماز قائم کی جائے۔جلسے جلوس، واک (Walk) کئے جائیں اور توہین کے مرتکب عناصر کی بھرپور مذمّت کی جائے۔

۸۔ اپنے گھروں میں اسلامی اقدار کو فروغ دیں۔ظلم اور بے حیائی کو برداشت نہ کریں۔

۹۔ اپنے بچوں کے ہاتھوں میں دلیل کا ہتھیار دیں جس کی مدد سے وہ ان شیطانوں کا علمی محاسبہ بھی کریں۔

۱۰۔ والدین اور بالخصوص اساتذہ، علماء کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے نوجوان نسل کی محبّت وغیرتِ رسول کی روشنی میں تربیت کریں۔قرآن سے لَو لگانے کی تلقین کریں۔

اللہ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ امین بجاہ النبی الکریم الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم

......☆☆......

عقائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

قسط نمبر۲

حافظ نصر اللہ آسوی صاحب (سیالکوٹ)

مسئلہ توسل:

وسیلہ کا لغوی معنیٰ: و ما یتوصل به الی الشیء ویتقرب به جس چیز سے کسی شے تک رسائی حاصل کی جائے اوراس شے کا تقرب حاصل کیا جائے (نہایہ) امام لغت علامہ جوہری نے کہا ہے کہ ﴿ الوسیلة ما یتقرب به الی الغیر ﴾ جس چیز سے غیر کا تقرب حاصل کیا جائے وہ وسیلہ ہے۔ (لسان العرب) اللہ تعالیٰ کا تقرب اعمال صالحہ اور عبادات سے حاصل ہوتا ہے تاہم انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کو اللہ کی بارگاہ میں جو عزت اور وجاہت حاصل ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قبولیت دعا کے لئے اس عزت اور وجاہت کو پیش کرنا اوران سے دعا کی درخواست کرنا بھی جائز ہے۔ اور وفات میں بھی۔ ان کی دعا کا وسیلہ اوران کی ذات کا وسیلہ ہر طرح جائز ہے لیکن بعض وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ زندگی میں صرف ان سے دعا کرائی جاسکتی ہے ان کی ذات کا وسیلہ جائز نہیں اور وصال کے بعد نہ ان سے دعا کی درخواست جائز ہے اور نہ ان کی ذات کا وسیلہ جائز ہے۔

انتہاء پسند وہابیوں کا عقیدہ: امام الوہابیہ اسماعیل لکھتا ہے: جو کسی کو اپنا وکیل اور سفارشی سمجھے، اگرچہ اسے بندہ اور مخلوق ہی سمجھتا ہو سو وہ اور ابوجہل شرک میں برابر ہیں۔ (تقویۃ الایمان پہلا باب توحید کا بیان ص ۸ مطبوعہ مکتبہ السلفیہ)

دیوبندیوں کے نزدیک ''تقویۃ الایمان،، کی حیثیت

رشید احمد گنگوہی پیشوائے علماء دیوبند کے نزدیک کتاب ''تقویۃ الایمان،، نہایت عمدہ کتاب ہے اس کے سب مسائل صحیح ہیں اس کا رکھنا پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ اول ص۱۱۳-۱۱۴-۶۰)

امام الوہابیہ محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے ''جو اپنے اور اللہ کے درمیان کسی کو وسیلہ بنائے اور ان سے سفارش طلب کرے وہ اجماعی طور پر کافر ہو گیا۔،، (دس نواقض الاسلام) یہ کتاب سعودی عرب کے تمام سکولوں اور کالجوں میں پڑھائی جارہی ہے اور حاجیوں کو مفت تقسیم کی جارہی ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب کی حیثیت: رشید احمد گنگوہی پیشوائے علماء دیوبند لکھتے ہیں محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ اول ۱۱۱)

اہل سنت کا مذہب: علامہ کاظمی صاحب لکھتے ہیں: اہل سنت کے نزدیک محمد بن عبدالوہاب باغی، خارجی بے دین وگمراہ تھا۔ اس کے عقائد کو عمدہ کہنے والے اسی جیسے دشمنان دین، ضال مضل ہیں۔ (الحق المبین ص ۶۶)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ: وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے لکھتے ہیں: ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کرلیا جائے کہ وہ زندوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور بیشک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لئے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے (فتاوی ابن

تیمیہ ج ا ص ۳۴۰)

ایک ڈاکٹر صاحب اپنی کتاب ''مسئلہ استغاثہ،، کے صفحہ نمبر ۱۹ پر لکھتے ہیں: عقائد اسلامیہ کی تعبیر و توجیہ کے باب میں اسلاف ائمہ کرام میں سے امام ابن تیمیہ کو متنازع گردانا جاتا ہے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا عقیدہ نہایت اعتدال پر مبنی ہے......صحیح عقیدے پر کاربند کم پڑھے لکھے افرادِ امت حقائق سے عدم آگہی کے باعث امام ابن تیمیہ کو غیر اسلامی عقیدے کا حامل سمجھنے لگ گئے ہیں۔ امام ابن تیمیہ کا عقیدہ جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔

میں قادری صاحب کی اس خود فریبی کو اور کذب بیانی کو جہالت کہوں یا تجاہل عارفانہ کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ کو ناجائز اور شرک کہنے والا کیا امام ہوسکتا ہے اور کیا جمہور اہل اسلام کا یہی عقیدہ ہے کتنا بڑا افراڈ اور دھوکہ ہے کہ جس شخص نے عرب میں سب سے پہلے وہابیت پھیلائی اور وسیلہ کا انکار کیا اسے سنیوں کے امام کے طور پر پیش کیا جارہا ہے۔ اور اس کے نام کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھا ہے کیا یہ اسلام کے خلاف سازش نہیں ہے، کیا یہ منافقت نہیں ہے کہ ایک طرف اپنے آپ کو عاشق رسول کہا جائے اور دوسری طرف نبی کے گستاخوں کو امام اور رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے۔ حالانکہ اس بات کو وہابی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وسیلہ کا سب سے پہلا منکر ابن تیمیہ ہے وہابی وحید الزماں صاحب لکھتے ہیں: کہ سلف وخلف میں سے کسی نے اس (وسیلہ) کا انکار نہیں کیا یہاں تک کہ ابن تیمیہ آیا اور اس نے انکار کیا۔ (ہدیۃ المہدی مترجم ص:۹۴) ہمارے شیخ ابن تیمیہ نے کہا کہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ کسی فوت شدہ بزرگ یا غائب کو پکارے بلکہ نہ فوت شدہ کو پکارے نہ غائب کو نہ نبی کو نہ غیر نبی کو (ہدیۃ المہدی مترجم ص:۴۵) ابن تیمیہ اور ابن قیم کا مذہب ہے کہ فوت شدگان سے حاجتیں طلب کرنا، ان کے ساتھ استغاثہ اور ان سے استعانت اور ان کی طرف متوجہ ہونا توبہ کرنے کے لائق شرک ہے اگر یہ شرک کرنے والا تائب ہو جائے تو فبہا ورنہ اسے قتل کردیں۔ (ہدیۃ المہدی مترجم ص:۴۱)

خدارا انصاف وہابی خود ابن تیمیہ کا عقیدہ بیان کررہے ہیں کہ ان کے نزدیک یارسول اللہ کہنے والا اور امداد چاہنے والا واجب القتل ہے۔ اور قادری ان کے عقیدے کی وکالت کررہے ہیں کہ وہ وہابی نہیں بلکہ وہ امام اور قابل تقلید ہے ان کا عقیدہ جمہور اسلام کا عقیدہ ہے۔ مسلمانو ہشیار ہو جاؤ خبردار ہو جاؤ تمہارا ایمان لوٹنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں اہل اسلام پر وہابیت، رافضیت کے دروازے کھولے جارہے ہیں اور تم خواب خرگوش کے مزے لے رہے ہو۔ تم کب بیدار ہو گے؟

امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے — سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے
سونا پاس ہے سونا بن ہے سونا زہر ہے اٹھ پیارے — تو کہتا ہے میٹھی نیند ہے تیری مت ہی نرالی ہے
آنکھیں ملنا جھنجھلا پڑنا لاکھوں جمائی انگڑائی — نام پر اٹھنے کے لڑتا ہے اٹھنا بھی کوئی گالی ہے

اہل سنت کے نزدیک ابن تیمیہ کی حیثیت: شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: بعض لوگوں نے ابن تیمیہ کو زندقہ (بے دینی گمراہی) کی طرف منسوب کیا ہے کیونکہ وہ کہتا تھا کہ نبی کریم ﷺ سے مدد نہیں مانگنی چاہئے۔ اس قول میں نبی کریم ﷺ کی تنقیص ہے اور آپ کی تعظیم کا انکار ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ابن تیمیہ منافق ہے کیونکہ وہ حضرت علی کے بارے میں کہتا تھا کہ آپ نے سترہ مقامات پر خطا کی اور کتاب اللہ کی مخالفت کی وہ جہاں بھی گئے انہوں نے شکست کھائی، انہوں نے بار بار خلافت حاصل کرنے کی کوشش کی اور ناکام رہے، اور ان کی جنگ حکومت کے لئے تھی دین کے لئے نہیں تھی۔ اور ابن تیمیہ نے کہا کہ حضرت عثمان مال سے محبت کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر کے بارے میں کہا کہ وہ بوڑھے تھے وہ نہیں جانتے تھے کہ کیا کررہے ہیں اور حضرت علی کے بارے میں کہا کہ وہ بچپن میں اسلام لائے تھے اور بچپن کا اسلام لانا ایک قول کے مطابق صحیح نہیں ہوتا اور حضرت علی سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔ (الدرر الکامنہ ج ا ص ۱۵۵) شرح مسلم سعیدی ج ۳ ص ۷۴۶)

صحابہ کرام کی اور نبی کی توہین کرنے والا طاہر القادری صاحب کا امام تو ہوسکتا ہے لیکن اہل سنت کا امام نہیں ہوسکتا ہے اور اگر قادری صاحب کو اس کے عقائد کا علم نہیں ہے تو اپنے نام کے ساتھ شیخ الاسلام کا دم چھلہ لگانا چھوڑ دیں۔

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں: میری نظر سے ابن تیمیہ کے بعض رسائل گذرے ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لئے سفر کرتا ہے اس کا یہ سفر معصیت اور حرام ہے اور اس سفر میں نمازوں کی قصر کرنا جائز نہیں۔ (شرح مسلم ج۳ص۷۶۳)

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: شام کے علماء نے ابن تیمیہ پر یہ لازم کیا ہے وہ حدیث شدرحال کی وجہ سے نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیتے ہیں ہمارے نزدیک یہ ناگوار صورت حال ہے ابن تیمیہ سے جو انتہائی مکروہ مسائل منقول ہیں یہ مسئلہ ان مسائل میں سے ہے۔ (فتح الباری شرح بخاری ج۳ص۶۶)

ابن تیمیہ کی تکفیر: شارح مشکوۃ ملا علی قاری لکھتے ہیں: ابن تیمیہ حنبلی نے اس مسئلہ میں بہت تفریط کی ہے کیونکہ اس نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کو حرام قرار دیا ہے، جیسا کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں نے افراط کیا ہے کیونکہ انہوں نے کہا کہ زیارت کا عبادت ہونا ضروریات دینیہ سے ہے۔ اور اس کا منکر کافر ہے اور دوسرا قول (یعنی ابن تیمیہ کی تکفیر) کا صحت اور صواب کے زیادہ قریب ہے کیونکہ جس چیز کی اباحت پر اتفاق ہو اس کا انکار کفر ہے تو جس چیز کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہو تو اس کو حرام قرار دینا بطریق اولی کفر ہوگا۔ (شرح شفاء علی ہامش نسیم الریاض ج۳ص۵۱۴) شرح مسلم ج۳ص۷۶۵) محدثین جس کو منافق اور کافر کہہ رہے ہیں اس کو امام کہنا اور رحمۃ اللہ علیہ لکھنا کسی شیخ الاسلام کا کام نہیں ہوسکتا

ابن تیمیہ بدعتی، گمراہ، گمراہ کرنے والا، جاہل تھا: خاتم المحدثین علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں: اللہ تعالی نے ابن تیمیہ کو نامراد کیا، اس کو گمراہ کیا اس کو اندھا اور بہرا کیا اور ذلیل ورسوا کیا، اس کی تصریح ائمہ نے کی ہے جنہوں نے ابن تیمیہ کے احوال کا فساد لکھا ہے اور اس کے اقوال کا کذب بیان کیا جو شخص اس کے احوال کو جاننا چاہے وہ شیخ ابوالحسن سبکی کی کتابوں کا مطالعہ کرے اور ان کے بیٹے علامہ تاج الدین سبکی اور دیگر شافعی مالکی، اور حنفی علماء جو ان کے معاصر تھے ان سب نے ابن تیمیہ کی خرابیوں کو بیان کیا ہے۔ ابن تیمیہ نے صرف متاخرین صوفیہ پر اعتراضات کرنے پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اس نے حضرت عمر حضرت علی رضی اللہ عنہما پر بھی اعتراضات کئے ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ ابن تیمیہ کا کلام بے وزن اور پھینک دیئے جانے کے قابل ہے اس کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا چاہئے کہ وہ بدعتی گمراہ گمراہ گر، جاہل اور دین میں غلو کرنے والا تھا اللہ تعالی اس کے ساتھ عدل کرے اور ہمیں اس کے عقیدہ، طریقہ اور فعل سے محفوظ رکھے۔ (فتاوی حدیثیہ ص۹۹، شرح مسلم ج۳ص۷۶۵)

ابن تیمیہ اور اس کے شاگرد ابن قیم اور ان جیسے لوگوں کی کتابوں سے اپنے آپ کو بچانا، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی خواہشات کو اپنا معبود بنالیا اللہ تعالی نے ابن تیمیہ کو باوجود اس کے علم کے گمراہ کردیا، اس کے دل اور کانوں پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے، اور اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے سکتا تھا ان بے دینوں نے کس طرح حدود کو پھلانگا، شریعت سے تجاوز کیا اور طریقت اور حقیقت کے لباس کو تار تار کردیا اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں، نہیں بلکہ وہ انتہائی گمراہی پر ہیں اور غضب الہی اور آخرت کی رسوائی ان کا انجام ہے (فتاوی حدیثیہ ص۱۷۳، شرح مسلم ج۳ص۷۶۵)

اب یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں ہے کہ قادری صاحب کے آئیڈیل ابن تیمیہ کا عقیدہ اسلامی ہے یا غیر اسلامی ہمیں بتایا جائے سوائے وہابیوں اور قادری صاحب کے ابن تیمیہ کی وکالت کس نے کی ہے۔

مودودی کا وسیلہ اولیاء کرام کے متعلق عقیدہ: مودودی لکھتا ہے: جو لوگ حاجتیں طلب کرنے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات (بغداد و داتا گنج بخش) جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں (لات وعزی) کی پرستش میں فرق کیا ہے؟ (تجدید احیائے دین ص۶۲)

چیلنج: تمام وہابیوں کو چیلنج ہے کہ قرآن کی کوئی آیت یا حدیث دکھادو جس میں نبی کریم ﷺ یا اولیاء کرام کے وسیلہ کو شرک وکفر کہا گیا ہو منہ مانگا

انعام حاصل کرو۔ کس منہ سے کہتے ہو کہ ہمارا مسلک قرآن وحدیث ہے۔ تم صحابہ کرام اور انبیاء کرام کے عقیدہ کو شرک کہتے ہو تم سے بڑا گستاخ صحابہ کون ہوسکتا ہے۔

سنی عقیدہ: اپنی دینی و دنیاوی حاجتوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کرام واولیاء عظام کا وسیلہ پیش کرنا قرآن وسنت کی روشنی میں جائز ہے اور اس کے جائز ہونے پر جمہور محدثین ومفسرین کا اجماع ہے اور یہ سنت انبیاء کرام اور سنت صحابہ ہے۔ اور یہ وسیلہ آپ کی زندگی میں جائز تھا اور وصال کے بعد بھی اور روز قیامت بھی جائز ہوگا انبیاء کرام خود مخلوق سے کہیں گے ﴿اِذْهَبُوا اِلَى غَيْرِىْ﴾ ہمارے علاوہ کسی اور کا وسیلہ تلاش کرو۔ (بخاری حدیث: ۴۷۱۲، مسلم ۱۹۴)

عزیز بچہ کو ماں جس طرح تلاش کرے — خدا گواہ یہی حال آپ کا ہوگا
کہیں گے اور نبی اِذْهَبُوا اِلَى غَيْرِى — میرے حضور کے لب پر اَنَا لَهَا ہوگا
عشق سرکار کی ایک شمع جلالو دل میں — بعد مرنے کے لحد میں اجالا ہوگا
جب بھی مانگو وسیلہ سے نبی کے مانگو — اس وسیلہ سے کرم اور بھی بالا ہوگا

وسیلہ کے منکر کی بخشش نہیں اور اس کے منکر منافقین تھے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:-

﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُ وْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ☆ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ ﴾

﴿ اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے معافی چاہیں (بخشش کی دعا کریں) تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ☆ ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ﴾ (سورہ منافقون (۵-۶) پارہ-۲۸ رکوع-۱۳)

شان نزول: غزوۂ مریسیع سے فارغ ہوکر جب نبی کریم ﷺ نے سرِ چاہ نزول فرمایا تو وہاں یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجیر جہجاہ غفاری اور ابن ابی کے حلیف سنان بن وبر کے درمیان جنگ ہوگئی جہجاہ نے مہاجرین کو اور سنان نے انصار کو پکارا اس وقت ابن ابی منافق نے حضور سید عالم ﷺ کی شان میں بہت گستاخانہ اور بے ہودہ باتیں بکیں اور یہ کہا کہ مدینہ پہنچ کر ہم میں سے عزت والے ذلیلوں کو نکال دیں گے اور اپنی قوم سے کہنے لگا کہ اگر تم انہیں اپنا جھوٹا کھانا نہ دو تو یہ تمہاری گردنوں پر سوار نہ ہوں اب ان پر کچھ خرچ نہ کرو تا کہ یہ مدینہ سے بھاگ جائیں اُس کی یہ ناشائستہ گفتگو سُن کر زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو تاب نہ رہی انہوں نے اُس سے فرمایا: کہ خدا کی قسم تو ہی ذلیل ہے اپنی قوم میں بغض ڈالنے والا اور سید عالم ﷺ کے سر مبارک پر معراج کا تاج ہے حضرت رحمٰن جل جلالہ نے انہیں عزت وقوت دی ہے ابن ابی کہنے لگا چپ رہ میں تو ہنسی سے کہہ رہا تھا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے یہ خبر حضرت کی خدمت میں پہنچائی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ابن ابی کے قتل کی اجازت چاہی سید عالم ﷺ نے منع فرمایا اور ارشاد کیا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد ﷺ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں حضور انور ﷺ نے ابن ابی سے دریافت فرمایا کہ تو نے یہ باتیں کہی تھیں وہ مکر گیا اور قسم کھا گیا کہ میں نے کچھ بھی نہیں کہا اُس کے ساتھی جو مجلس شریف میں حاضر تھے وہ کہنے لگے کہ ابن ابی بوڑھا شخص ہے یہ جو کہتا ہے ٹھیک ہی کہتا ہے زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو شاید دھوکا ہوا ہوگا اور بات یاد نہ رہی ہو پھر جب اوپر کی آیات نازل ہوئیں ابن ابی کا جھوٹ ظاہر ہوگیا تو ابن ابی سے کہا گیا کہ جا سید عالم ﷺ سے درخواست کر حضور تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں تو گردن پھیری اور کہنے لگا کہ تم کہا ایمان لا تو میں ایمان لے آیا تم نے کہا زکوٰۃ دے تو میں نے زکوٰۃ دی اب یہی باقی رہ گیا کہ محمد مصطفےٰ ﷺ کو سجدہ کروں اس پر یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خزائن العرفان)

اور جب اُن سے کہا جائے کہ آؤ رسول اللہ ﷺ تمہارے لیے معافی چاہیں (بخشش کی دعا کریں) تو وہ اپنے سر گھماتے ہیں اور تم انہیں دیکھو کہ غرور کرتے ہوئے منہ پھیر لیتے ہیں ☆ ان پر ایک سا ہے تم ان کی معافی چاہو یا نہ چاہو اللہ انہیں ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا ﴾

(سورہ منافقون (۵) پارہ - ۲۸ رکوع - ۱۳)

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ﷺ

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منافق وہی ہے جو نبی کریم ﷺ کا گستاخ ہے اور گستاخ کو سخت اور فوری جواب دینا صحابہ کرام کی سنت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے منکرین وسیلہ کو مسجد سے نکال دیا لہذا تبلیغی جماعت کا سنیوں کی مساجد میں داخلہ ممنوع ہونا چاہیے:

عن ثابت البنانی قال: اجْتَمَعَ الْمُنَافِقُوْنَ فَتَكَلَّمُوْا بَيْنَهُمْ فَقَالَ رسُولُ الله ﷺ ((إِنَّ رِجالاً مِنْكُمُ اجْتَمَعُوْا فقَالُوا كَذَا وَقَالُوْا كَذَا فَقُوْمُوْا فَاسْتَغْفِرُوا اللهَ وَأَسْتَغْفِرُ لَكُمْ فَلَمْ يَقُوْمُوْا فَقَالَ ذَلِكَ ثَلاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ لَتَقُوْمُنَّ أَوْ لَأُسَمِّيَنَّكُمْ بِأَسْمَائِكُمْ، فَقَالَ: قُمْ يَا فُلانُ فَقَامُوْا خَزَايَا مُتَقَنِّعِيْنَ)) ۔

حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منافقین نے جمع ہو کر باہم گفتگو کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے بہت سے لوگ جمع ہوئے انہوں نے ایسا کہا اور ایسا کہا تم لوگ اُٹھو اور اللہ سے توبہ و استغفار کرو میں بھی تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں مگر منافقین نہیں اُٹھے (کیونکہ اُن کا عقیدہ تھا نبی ﷺ کو ہمارا علم نہیں) آپ ﷺ نے تین مرتبہ یہی فرمایا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اب تم لوگ اُٹھو میں تمہیں تمہارے نام سے پکارتا ہوں چنانچہ آپ ﷺ نے نام لے لے کر پکارا اور منافقین ذلیل و خوار منہ چھپائے ہوئے اُٹھے۔

(خصائص کبری جلد ۲ ص ۱۷۴ باب اخبار ﷺ بالمنافقین)

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوگئی کہ منافقین اللہ کی توحید کے قائل تھے لیکن حضور ﷺ کے وسیلہ کے منکر تھے جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، تم لوگ اُٹھو اور اللہ سے توبہ و استغفار کرو میں بھی تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتا ہوں،، مگر منافقین نہیں اُٹھے اگر نبی ﷺ کے علم کے یا حضور ﷺ کے وسیلہ کے قائل ہوتے تو عرض کرتے یا رسول اللہ ہمارے لئے استغفار کریں جیسا کہ صحابہ کہتے تھے انہوں نے ایسا نہیں کیا تو پتہ چل گیا کہ وہ وسیلہ کے منکر تھے آج بھی جو وسیلہ کا منکر ہے وہ انہی کے طریقہ پر ہے۔

جس کی منزل کا کوئی نہ ہو رہنما ٹھوکروں کے سوا اور پائے گا کیا

ہاتھ میں جس کے دامن تمہارا نہیں اپنی منزل پہ ہرگز نہ پہنچے گا وہ

حضور ﷺ سے بے نیاز ہونا صریحی کفر ہے: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس گھاٹی پر کون چڑھے گا یعنی مرار گھاٹی پر اس سے وہ گناہ معاف ہوں گے جو بنی اسرائیل سے معاف ہوئے تھے تو اس پر جو سب سے پہلے چڑھے وہ ہمارے بنی خزرج کے سوار تھے پھر لوگ تانتا باندھ کر چڑھے پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: كُلُّكُمْ مَغْفُوْرٌ لَهُ إِلَّا صَاحِبَ الْجَمَلِ الاحْمَرِ تم سب کی بخشش ہوگئی سواء سرخ اونٹ والے کے، ہم اس کے پاس پہنچے تو ہم نے اس سے کہا آ تیرے لئے رسول اللہ ﷺ دعاء مغفرت فرما دیں وہ بولا کہ ﴿لَاَنْ أَجِدَ ضَالَّتِي أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ يَسْتَغْفِرَ لِي صَاحِبُكُمْ﴾ میرا اپنی گم شدہ چیز پا لینا تمہارے صاحب کی دعاء مغفرت سے مجھے زیادہ پیارا ہے۔ (مسلم حدیث ۷۰۸۰ مشکوۃ: ۶۲۲۹ کتاب المناقب باب جامع المناقب)

مفتی احمد یار خاں صاحب اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یہ سرخ اونٹ والا عبداللہ بن ابی منافق تھا اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ ہر ایک کے انجام سے خبردار ہیں جانتے ہیں کہ کون قابل بخشش ہے کون نہیں اور حضور ﷺ سے بے نیاز ہونا اپنے آپ کو ان کا محتاج نہ جاننا صریح کفر ہے۔

امام اہل سنت فرماتے ہیں

وہ جہنم میں گیا جوان سے مستغنی ہوا ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی ﷺ
ما وشما تو کیا کہ خلیل جلیل کو کل دیکھنا ان سے تمنا نظر کی ہے

(مراۃ شرح مشکوۃ ج ۸ ص ۴۴۰)

وسیلہ کے ثبوت میں چند آیات:

آیت نمبر:۱

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. ﴾ اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور پھر اللہ سے معافی چاہیں اور رسول ان کی شفاعت فرمائے تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔ (نساء آیت:۶۴)

جو شخص زیارت کے لئے آئے وہ دروازے پر کھڑا ہو اور آپ کا وسیلہ پیش کرے تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی سے پاک ہے اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے جو آپ کے پاس آیا اور توبہ کی اور آپ سے شفاعت طلب کی اور آپ نے اس کی شفاعت کردی تو اللہ تعالیٰ اُسے بخش دے گا ۔

مفتی شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. ﴾ یہ آیت اگر چہ خاص واقعہ منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ایک عام ضابطہ نکل آیا کہ جو شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لئے دعائے مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضری جیسے آپ کی دنیاوی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن ج ۲ ص ۴۵۹)

معروف دیوبندی عالم محمد سرفراز گکھڑوی لکھتے ہیں: عتبی کی حکایت اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مؤرخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور سب نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے اشرف علی تھانوی صاحب لکھتے ہیں کہ مواہب میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایت کیا ہے کہ میں قبر مبارک کی زیارت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور زیارت کر کے عرض کیا یا خیر الرسل اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایک سچی کتاب نازل کی جس میں ارشاد ہے ﴿ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَّلَمُوْا أَنفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا. ﴾ میں آپ کے پاس اپنے گناہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ شفاعت چاہتا ہوا آیا ہوں پھر دو شعر پڑھے

يَا خَيْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهُ ☆ فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ
اے وہ جو زمین کے مدفونین میں سب سے بہتر ہیں ☆ جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے
نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاكِنُهُ ☆ فِيْهِ الْعَفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ
میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ آرام فرما ہیں ☆ اس میں عفو ہے اس میں سخاوت اور لطف و کرم ہے۔

پھر وہ اعرابی چلا گیا عتبی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غالب آ گئی میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی آپ ﷺ نے فرمایا: اے عتبی اس اعرابی کو خوشخبری دے دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔ اور اس محمد بن حرب (عتبی) کی وفات ۲۸۸ھ میں ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول نہیں، پس حجت ہو گیا۔ (نشر الطیب)

قاسم نانوتی صاحب یہ آیت کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص نہیں آپ کے ہم عصر ہوں یا بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہوتو کیونکر ہو آپ کا وجود تربیت تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے امتیوں کا آپ کی خدمت میں آنا اور استغفار کرنا کرانا جب ہی متصور ہے کہ آپ قبر میں زندہ ہوں (آب حیات ۴۰)

اور ظفر احمد عثمانی یہ واقعہ ذکر کر کے لکھتے ہیں: پس ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی ہے۔ (اعلاء السنن ج ۱۰ ص ۳۳۰) ان اکابر کی عبارت سے معلوم ہوا کہ قبر پر حاضر ہو کر شفاعت مغفرت کی درخواست کرنا قرآن کریم کی آیت کے عموم سے ثابت ہے، بلکہ امام سبکی فرماتے ہیں: کہ یہ آیت کریمہ اس معنی میں صریح ہے۔ (شفاء السقام) اور خیر القرون میں کاروائی ہوئی مگر کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (تسکین الصدور ص ۳۶۵-۳۶۶)

آیت نمبر: ۲

يَآاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِي سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔ (سورۃ المائدہ آیت نمبر ۳۵ پارہ نمبر ۶ رکوع: ۱۰)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (سورہ المائدہ آیت: ۳۵ پارہ ۶)

اب یہ قرآن کی آیت ہے، جس میں وسیلہ کا حکم ہے اب جو قرآنی حکم کو شرک و بدعت کہے اس کا قرآن پر ایمان کیسے درست ہوگا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سے مراد اعمال ہیں یعنی اعمال وسیلہ بن سکتے ہیں نبی کی ذات وسیلہ نہیں بن سکتی حالانکہ ان کی یہ قید ایجاد بندہ ہے قرآن میں اس کا کوئی ذکر نہیں اور اصول فقہ کا یہ قاعدہ ہے ﴿ المطلق یجری علی اطلاقه ﴾ مطلق اپنے اطلاق پر رہتا ہے اپنی طرف سے کوئی قید نہیں لگائی جا سکتی قرآن کی آیت بتارہی ہے کہ وسیلہ سے مراد اللہ کے محبوبوں اور مقبولوں کا وسیلہ ہے کیونکہ اعمال تو اتَّقُوا اللّٰه میں آ گئے اس کے بعد وسیلہ کا حکم فرمایا معلوم ہوا کہ یہ وسیلہ اعمال کے علاوہ ہے۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے وسیلہ سے مراد اعمال کا وسیلہ ہے تو پھر بھی یہ ہمارے خلاف نہیں ہے کیونکہ اعمال بھی مخلوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ﴾ اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے اعمال کو (الصافات: ۹۶) جب عام مخلوق وسیلہ بن سکتی ہے تو حضور ﷺ تو تمام مخلوق سے افضل ہیں آپ وسیلہ کیوں نہیں بن سکتے۔ قطب مدینہ مولانا ضاء الدین مدنی صاحب سے کسی نے کہا وسیلہ سے مراد اعمال ہیں۔ آپ نے فرمایا: کیا تجھے یقین ہے کہ یہ ہمارے اعمال مقبول ہیں؟ کہنے لگا نہیں، فرمایا: کتنے تعجب کی بات ہے کہ وہ اعمال کہ جن کے متعلق تمہیں یقین ہی نہیں مقبول ہیں یا غیر مقبول وہ وسیلہ بن جائیں لیکن نبی کریم ﷺ کی ذات کریمہ جو یقیناً اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہے وہ وسیلہ نہ بن سکے۔ تو سائل لاجواب ہوگیا۔

آیت نمبر: ۳ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ اُولٰئِكَ الذین يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ وہ مقبول بندے جن کی بت پرست پوجا کرتے ہیں وہ خود اپنے رب کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے۔ اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ (سورہ بنی اسرائیل: ۵۷)

معلوم ہوا کہ جن نیک بندوں کی کفار پوجا کرتے ہیں (جیسے حضرت عیسی اور حضرت عزیر علیہم السلام فرشتے اور مومن جنات) ان میں ہر ایک اللہ سے زیادہ قرب والے کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں۔

آیت نمبر: ۴ ﴿ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ﴾ یہ اہل کتاب حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل آپ کے وسیلہ سے کفار پر فتح کی دعا کرتے تھے۔ (سورہ لبقرہ: ۸۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے یہود قبیلہ غطفان سے جنگ کیا کرتے تھے۔ جب ان سے لڑائی ہوئی تو یہود کو شکست ہوئی پھر یہود نے اس دعا کے ذریعے مدد چاہی۔ ﴿ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ بِحَقِّ النَّبِيِّ الْاُمِيِّ الَّذِيْ وَعَدْتَّنَا اَنْ تُخْرِجَهٗ لَنَا فِي آخِرِ الزَّمَانِ اَنْ تَنْصُرَنَا عَلَيْهِمْ ﴾ اے اللہ ہم تجھ سے اس نبی امی کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں جن کو آخر زمانہ میں بھیجنے کا تو نے

ہم سے وعدہ فرمایا ہے۔ کہ ان کفار مشرکین کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔(تفسیر قرطبی) معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا نام مبارک ہمیشہ سے وسیلہ ہے۔

آیت نمبر:۵ ﴿وَكَانَ اَبُوْ هُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَا اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا﴾ (حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار بنا کر موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اس دیوار کے نیچے دو یتیموں کا سرمایہ ہے ان کا باپ نیک تھا اس لئے تیرے رب نے چاہا کہ ان کا خزانہ محفوظ رہے اور یہ جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں۔ (سورہ الکہف:۸۲) معلوم ہوا کہ ان یتیم بچوں پر رب کا یہ کرم ہوا کہ ان کی شکستہ دیوار بنانے کے لئے دو مقبول بندے بھیجے گئے اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کا باپ (یعنی ساتویں پشت میں باپ) نیک آدمی تھا معلوم ہوا کہ نیک باپ کے وسیلہ سے اولاد پر اللہ کا کرم ہوتا ہے۔ اس عنوان پر مزید تفصیل کے لئے مفتی احمد یار خاں صاحب کی کتاب ''رحمتِ خدا بوسیلہ اولیاء اللہ،، لائق مطالعہ ہے۔ جس میں آپ نے ۲۲ آیات پیش فرمائی ہیں۔

حدیث:۱ حضرت آدم علیہ السلام کا رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا: امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيْئَةَ قَالَ يَا رَبِّ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلَّا غَفَرْتَ لِي فَقَالَ اللهُ عزوجل يا آدمُ كَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ اَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوْحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَاَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لااله الا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللهِ فَعَلِمْتُ اَنَّكَ لَمْ تُضِفْ اِلَى اسْمِكَ اِلَّا اَحَبَّ الْخَلْقِ اِلَيْكَ فَقَالَ اللهُ عزوجل صَدَقْتَ يا آدمُ اِنَّهُ لَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَيَّ وَاِذَا سَاَلْتَنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ﴾ جب حضرت آدم علیہ السلام سے (اجتہادی خطا ہو گئی تو انہوں نے کہا: اے رب! میں تجھ سے بہ حق محمد سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے بخش دے، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم تم نے محمد ﷺ کو کیسے جانا حالانکہ میں نے ان کو ابھی پیدا بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے کہا کیونکہ اے رب! جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور تو نے مجھ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو عرش کے پایوں پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ لکھا ہوا تھا۔ سو میں نے جان لیا کہ تو نے جس نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا کر لکھا ہے وہ تجھ کو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا، اللہ عزوجل نے فرمایا: اے آدم! تم نے سچ کہا وہ مجھے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہیں اور چونکہ تم نے ان کے وسیلہ سے سوال کیا ہے اس لئے میں نے تم کو بخش دیا اور اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔ (دلائل النبوۃ ج۵ ص۴۸۹، معجم صغیر ج۲ ص ۸۲) کتاب الوفاء ص:۴۶) مستدرک الحاکم) المفاہیم از سید علوی مالکی مترجم ص ۱۱۷) یہ وہ کتاب ہے جو عرب و عجم خصوصاً علمائے دیوبند کی مصدقہ کتاب ہے اور اس کا مترجم بھی دیوبندی ہے۔

حدیث:۲: اس حدیث کی تائید ابن تیمیہ سے: امام الوہابیہ اپنی کتاب ''فتاوی ابن تیمیہ میں حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا يا رسولَ لله مَتَى كُنْتَ نَبِيًّا قال لَمَّا خَلَقَ اللهُ الارضَ وَاسْتَوَى اِلَى السَّمَاءِ فَسَوّٰاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَخَلَقَ الْعَرْشَ كَتَبَ عَلَى سَاقِ الْعَرْشِ محمدٌ رسولُ الله خَاتَمُ الانبياءِ وَخَلَقَ الْجَنَّةَ الَّتِي اَسْكَنَهَا آدمَ وَحَوَّا فَكَتَبَ اسْمِي عَلَى الابوابِ وَالاوراقِ وَالْقُبَّابِ وَالْخِيَامِ وَآدمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ فَلَمَّا اَحْيَاهُ اللهُ تعالى نَظَرَ اِلَى الْعَرْشِ فَرَاى اسْمِي فَاَخْبَرَهُ اللهُ اَنَّهُ سَيِّدُ وَلَدِكَ فَلَمَّا غَرَّهُمَا الشَّيْطَانُ تَابَا وَاسْتَشْفَعَا بِاسْمِي اِلَيْهِ۔ یا رسول اللہ! آپ کب کے نبی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جب اللہ تعالی نے زمینوں کو پیدا کیا اور آسمانوں کا ارادہ کر کے ان کو سات عدد بنایا اور عرش کو پیدا کر کے اس کی ساق پر محمد رسول الله خاتم الانبياء لکھ دیا پھر اس جنت کو پیدا کیا جس میں حضرت آدم اور حوا علیہا السلام کو رکھا پس جنت کے دروازوں، پتوں، قبوں اور خیموں پر میرا نام لکھا۔ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام جسم اور روح کے مابین تھے جب اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو حیات بخشی تو انہوں نے عرش کی طرف دیکھا تو میرے نام پر نظر پڑی۔ اللہ تعالی نے ان کو خبر دی کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہوں گے۔ پھر جب شیطان نے آپ کو لغزش دی تو آپ نے توبہ کی اور میرے نام کے

ذریعہ اللہ کی بارگاہ میں شفاعت طلب کی۔ابن تیمیہ نے اسی طرح کی ایک اور حدیث نقل کی اور کہا یہ حدیث پہلی حدیث کی تائید کرتی ہے و ھما کا لتفسیر للاحادیث الصحیحہ اور یہ دونوں حدیثیں اس معنی کی دیگر احادیث الصحیحہ کی گویا تفسیر ہیں۔(الفتاوی جلد۲ص:۱۵۰) دونوں حدیثیں یہ حدیث علوی مالکی صاحب کی کتاب ''المفاہیم،، میں درج ہے جس کتاب پر تمام عرب وعجم کے علماء کی تقریظات ہیں اور اس کا ترجمہ انیس احمد دیوبندی نے کیا ہے اور اس پر مترجم نے لکھا ہے'' دنیا بھر کے جید علماء کرام اور پاکستان کے بڑے بڑے علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب،، علامہ علوی صاحب فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابن تیمیہ کا یہ بات کہنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حدیث ان کے نزدیک معتبر ہے۔کیونکہ موضوع اور باطل حدیث سے محدثین کے نزدیک استدلال نہیں کیا جاسکتا اور تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ابن تیمیہ اس حدیث کو بطور تفسیر ذکر کر رہے ہیں۔(المفاہیم ص ۱۴۰)

اس سے معلوم ہوا کہ وسیلہ انبیاء کرام کی سنت ہے اور وہابی جنت میں نہیں جاسکتے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آجائے وہ حرام ہو جاتی ہے اسی لئے وہ اولیاء کرام کی طرف منسوب چیز اور ایصال ثواب ختم وغیرہ کو حرام کہتے ہیں حالانکہ ان کا یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے قربانی ادا کی اور اس پر اپنا، اپنی آل اور اپنی امت کا نام لیا اگر کھانے پر نام آنے سے وہ چیز حرام ہو جاتی تو حضور ﷺ ایسے نہ فرماتے ﴿ اللھم تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمدٍ و آل محمد و من امة محمد ﷺ ﴾ (مسلم شریف) اگر یہ لوگ اپنے عقیدہ پر پکے ہیں کہ غیر اللہ کا نام آنے سے چیز حرام ہو جاتی ہے تو پھر جنت ان پر حرام ہے کیونکہ جنت کے ہر دروازہ پر اور جنت کے درختوں کے پتوں پر حضور ﷺ کا نام لکھا ہوا ہے۔اب اگر عقیدہ بچاتے ہیں تو جنت جاتی ہے اور اگر جنت حاصل کرنی ہے تو عقیدہ قربان کرنا پڑے گا اسی لئے علامہ اقبال نے کہا

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت ☆ فیصلہ تیرا تیرے ہاتھ میں ہے دل یا شکم

کوئی کسی کے مکان پر اپنا نام نہیں لکھ سکتا کیونکہ وہ اس کا مالک نہیں ہوتا نام وہی لکھے گا جو اس کا مالک ہوگا تو جب سرکار کا نام عرش پر، جنت کے ہر دروازے اور جنت کے پتوں اور خیموں پر لکھا ہوا ہے تو اس کا مطلب یہی ہے آپ مالک جنت بلکہ قاسم جنت یعنی جنت تقسیم فرمانے والے ہیں تو وہ لوگ جنت میں کیسے جاسکتے ہیں جو حضور ﷺ کو جنت کا مالک نہیں سمجھتے بلکہ وہ بتوں کے متعلق نازل ہونے والی آیات پڑھ کر کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کھجور کے چھلکے کے بھی مالک نہیں ہیں جنت میں وہی جائے گا جس کا یہ عقیدہ ہو

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں ☆ دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں ☆ خسروا عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
اللہ اللہ شاہ کونین جلالت تیری ☆ فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری
دونوں عالم میں مقصود گر تجھ کو آرام ہے ☆ ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

حدیث:۳ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے اور دیگر انبیاء کے وسیلہ سے دعا کرنا: جب مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اس طرح دعا کی : ﴿ اللہ الذی یحی ویمیت وھو حی لا یموت اِغْفِرْ لِاُمِّی فَاطِمَةَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا وَوَسِّعْ عَلَيْهَا مَدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ وَالانبياءِ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِي فَاِنَّكَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ﴾ اللہ ہی جلاتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہی زندہ ہے جسے موت نہیں آئے گی: اے اللہ اپنے نبی اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام کے وسیلے سے میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما ان کو حجت القاء فرما اور ان کی قبر وسیع فرما بلاشبہ تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔اس حدیث کو امام طبرانی نے ''کبیر،، اور''اوسط،، میں روایت کیا ہے اس میں ''روح بن صلاح،، نام کا ایک راوی ہے، امام ابن حبان اور امام حاکم نے اس کی توثیق کی ہے اور اس میں ضعف ہے اور باقی راوی حدیث صحیح کے راوی ہیں۔(المفاہیم ص۱۵۰) اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرنا نہ صرف حضرت آدم علیہ السلام بلکہ خود نبی کریم ﷺ کی سنت ہے۔علامہ سید علوی علامہ مالکی صاحب لکھتے ہیں: کہ ہم نے اس حدیث اور دیگر احادیث میں دیکھا ہے کہ وہ حضرات انبیاء

کرام جن کے حق کو نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالی کے سامنے وسیلہ بنایا ہے وہ انتقال کر چکے تھے لہذا ثابت ہوا کہ اہل حق کے نزدیک زندہ و مردہ کو اللہ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔

حدیث: ۴ رسول اللہ ﷺ کا خود اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کا حکم دینا:

عن عثمان بن حُنَيْفٍ قال: اِنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَا لَ ادْ عُ اللهَ اَنْ يُعَافِيَنِى فَقَالَ اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ وَاِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ فَقَالَ ادْعُهُ فَاَمَرَهُ اَنْ يَتَوَضَّاَ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ وَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّى اَسْاَ لُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِى الرَّحْمَةِ يا مُحَمَّدُ اِنِّى قَدْ تَوَ جَّهْتُ بِكَ اِلَى رَبِّى فى حَاجَتِى هٰذِهِ لِتُقْضٰى اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِىَّ﴾

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا شخص رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کیا: حضور اللہ تعالی سے دعا کریں کہ وہ میری آنکھیں ٹھیک کردے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو چاہے تو دعا کردوں اور اگر چاہے تو صبر کر یہ صبر تیرے لئے بہتر ہے، وہ بولا حضور رب سے دعا کردیں راوی کہتے ہیں تو حضور ﷺ نے اُسے حکم دیا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعات نماز پڑھے اور یہ دعا پڑھے ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف رحمت والے نبی حضرت محمد ﷺ کے توسل سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد ﷺ میں آپ کے توسل سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں تاکہ وہ میری یہ حاجت پوری کردے الٰہی میرے بارے میں اُن کی شفاعت قبول فرما۔ (ابن ماجہ حدیث: ۱۳۸۵، ترمذی ۳۵۷۸ مشکوۃ حدیث: ۲۴۹۵ کتاب الدعوات باب جامع الدعاء ابواسحاق نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے۔)

(اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے ترمذی ۳۵۷۸) اس حدیث کو امام احمد اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے۔ امام بیہقی نے اس حدیث کو ابوامامہ بن سہل بن حنیف کی سند سے روایت کیا ہے اس روایت میں یہ اضافہ ہے قال عثمان فَوَاللهِ مَا تَفَرَّقْنَا ولا طَالَ بِنَا الْحَدِيْثُ حَتّٰى دَخَلَ عَلَيْنَا الرَّجُلُ كَاَنَّهُ لَمْ يَكُنْ بِهٖ ضُرٌّ قَطُّ حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا ابھی ہم اس مجلس سے اٹھے نہیں تھے اور نہ ابھی سلسلہ گفتگو دراز ہوا تھا کہ وہ (نابینا) شخص اس حال میں داخل ہوا کہ اس کی آنکھ میں کوئی تکلیف نہیں تھی۔ (دلائل النبوۃ ج۶ ص ۱۶۷)

امام اہل سنت اپنے انداز میں اس حدیث کا ترجمہ کرتے ہیں

یاالٰہی رحم فرما مصطفٰے کے واسطے   یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہ مشکل کشا کے واسطے   کر بلائیں رد شہید کربلا کے واسطے

تمام غیر مقلدین کے امام محمد بن علی الشوکانی لکھتے ہیں:

انبیاء کرام کے توسل پر ترمذی شریف کی وہ حدیث دلیل ہے جس میں حضور ﷺ نے اپنے ایک نابینا صحابی کو اپنے توسل سے دعا کرنے کی تعلیم دی اور صالحین بزرگانِ دین کے توسل پر وہ حدیث دلیل ہے جس میں صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے چچا کو اپنی دعا میں وسیلہ بنایا تھا۔ بخاری حدیث: ۱۰۱۰ کتاب الاستسقاء، تحفۃ الذاکرین فصل فی آداب الدعاء ص: (۵۰)

خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی لکھتے ہیں:

عندنا وعند مشائخنا يجوز التوسل فى الدعوات بالأنبياء والصالحين من الأولياء والشهداء والصديقين فى حياتهم وبعد وفاتهم بأن يقول فى دعائه اللهم إنى أتوسل إليك بفلان أن تجيب دعوتى وتقضى حاجتى إلى غير ذلك. ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک دعاؤں میں انبیاء و صلحاء و اولیاء و شہداء و صدیقین کا توسل جائز ہے اُن کی حیات میں یا بعد وفات، بایں طور کہے کہ یا اللہ میں تجھ سے بوسیلہ فلاں بزرگ کے تجھ سے دعا کی قبولیت چاہتا ہوں اسی جیسے اور کلمات کہے۔ (تمام علماء دیوبند کی مصدقہ کتاب ,,المہند علی المفند،، صفحہ نمبر ۳۷)

علماء اہلحدیث اور بعد از وصال وسیلہ:

صحاح ستہ کے مترجم شیخ وحیدالزماں اپنی کتاب ،،ہدیۃ المہدی،، کے شروع میں لکھتے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْنِی فِی تَالِیْفِ ھٰذَا الکتابِ وَإتْمَامِهٖ بِالأرْوَاحِ الْمُقَدَّسَةِ مِنَ الأنبیاءِ وَالصَّالِحِیْن والملائکةِ الْمُقَرَّبِیْنَ سیما روح امامنا الحسن بن علی وروح شیخنا عبد القادر الجیلانی وروح شیخنا احمد المجدد للالف ثانی وابن تیمیه حرانی ......الٰہی اس کتاب کی تالیف واتمام میں انبیاء وصالحین اور ملائکہ مقربین کی ارواح مقدسہ سے میری مدد فرما بطور خاص ہمارے امام حضرت حسن بن علی اور شیخ عبدالقادر جیلانی اور ابن تیمیہ اور احمد مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہم کی ارواح سے میری مدد فرما۔

اگر انبیاء اولیاء کا وسیلہ لینا کفر وشرک ہے جیسا کہ ابن عبدالوہاب نجدی اور اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔تو پھر ان کے اپنے بھی نہیں بچتے

بچو گے تم اور نہ ساتھی تمہارے ☆ گر ناؤ ڈوبی تو ڈوبو گے سارے

بلکہ یہ فتوی خود ان پر لگے گا کیونکہ انہوں نے خود اپنی کتابوں میں یہ حدیث نقل کی ہے حدیث لکھنے اور پڑھنے کے باوجود توسل کا عقیدہ رکھنے والوں کو ابو جہل کے برابر قرار دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ فتوی نیند کی حالت میں دیتے ہیں یا نشہ کی حالت میں ورنہ ان کے دل اس قدر سیاہ نہ ہوتے۔وہ حدیث یہ ہے

حدیث:۵ رسول اللہ کی ظاہری زندگی میں صحابہ کرام کا حضور ﷺ کی ذات اقدس کو وسیلہ بنانا:

عن جبیر بن مطعم قال اتی رسولُ اللہِ ﷺ اَعْرَابِیٌّ فَقَالَ: جُھِدَتِ الْاَنْفُسُ وَجَاعَ الْعِیَالُ وَنُھِکَتِ الْاَمْوَالُ وَھَلَکَتِ الانْعَامُ فَاسْتَسْقِ اللہَ لَنَا فَاِنَّا نَسْتَشْفِعُ بِکَ عَلَی اللہِ وَنَسْتَشْفِعُ بِاللہِ عَلَیْکَ فقال النبی ﷺ سُبْحَانَ اللہِ سُبْحَانَ اللہِ فَمَا زَالَ یُسَبِّحُ حَتّٰی عُرِفَ ذٰلِکَ فِی وُجُوہِ اَصْحَابِهٖ ثُمَّ قَالَ وَیْحَکَ اِنَّهٗ لا یُسْتَشْفَعُ بِاللہِ عَلَی اَحَدٍ شَانُ اللہِ اَعْظَمُ مِنْ ذٰلِکَ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک بدوی آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! جانیں مشقت میں پڑ گئیں اور بال بچے بھوکے ہو گئے، مال برباد اور جانور ہلاک ہو گئے تو آپ ہمارے لئے اللہ سے بارش طلب فرمائیں، ہم آپ کو اللہ کی بارگاہ میں شفیع لاتے ہیں، اور اللہ کو آپ کی بارگاہ میں تو نبی کریم ﷺ نے سبحان اللہ کہا، آپ ﷺ تسبیح فرماتے رہے حتیٰ کہ آپ کے صحابہ کے چہروں میں پہچانا گیا، پھر فرمایا: تجھ پر افسوس ہے اللہ کو کسی پر شفیع نہیں بنایا جاتا اللہ کی شان اس سے بہت بلند ہے۔ابوداود حدیث ۴۷۲۶ مشکوۃ کتاب صفۃ القیامۃ باب بدء الخلق حدیث ۵۷۲۷) کتاب التوحید باب لا یُسْتَشْفَعُ بِاللہِ عَلَی خلقه از محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس حدیث کو امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی نے بھی تقویۃ الایمان میں نقل کیا ہے۔

یہ حدیث نقل کرنے کے بعد محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتا ہے"نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات کے وسیلہ سے انکار نہیں فرمایا ہاں اس بات کا انکار فرمایا کہ اللہ کو کسی کے پاس وسیلہ بنایا جائے۔کتاب التوحید (عربی ص:۱۰۴) اس سے دو امام الوہابیہ اسماعیل دہلوی اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کے نزدیک وسیلہ کا ناقابل تردید ثبوت ہو گیا۔معلوم ہوا کہ اللہ کی ذات کو کسی کے سامنے وسیلہ نہیں بنایا جا سکتا بلکہ نبی کریم ﷺ کا وسیلہ اللہ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا ہاں اللہ کے نام کے وسیلہ سے بندوں سے مدد مانگنا درست ہے جیسے ہم کہا کرتے ہیں اللہ کے واسطے یہ دے دو اللہ کے نام کا صدقہ دے دو۔یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے یا شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ یہ درست ہے۔

حدیث:۶ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ : رسول اللہ ﷺ اللہ کی بارگاہ میں ہماری جائے پناہ ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک اعرابی نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

اَتَیْنَاکَ وَالْعَذْرَاءُ یَدْمِیْ لِبَانُھَا وَقَدْشُغِلَتْ اُمُّ الصَّبِیِّ عَنِ الطِّفْلِ

ہم در دولت پر شدت قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنہیں ماں باپ بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادمہ

رکھنے کی طاقت نہیں کام کاج کرتے ہوئے اُن کے سینے شق ہوگئے) اُن کی چھاتی سے خون بہہ رہا ہے- مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں ۔

وَاَلْقَتْ بِكَفَّيْهَا الْفَتٰى لِاسْتِكَانَةٍ مِنَ الْجُوْعِ ضُعْفاً لَا يُمِرُّ وَلا يُحْلِى

جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعفِ گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی کوئی بات نہیں نکلتی۔

وَلَيْسَ لَنَا اِلَّا اِلَيْكَ فِرَارُنَا وَاَيْنَ فِرَارُ الْخَلْقِ اِلَّا اِلَى الرُّسُلِ

اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں اور مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں ﷺ

یہ فریاد سن کر حضور رحمتِ عالم ﷺ فوراً بہ نہایت عجلت منبر اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دست مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا- ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان پر بادل چھا گئے اور بارش شروع ہوگئی اور بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے ہوئے آئے کہ یارسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں حضور نے دعا کی اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا اے اللہ ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا فوراً بادل مدینہ پر سے چھٹ گیا اور اردگرد برس رہا تھا آپ یہ ملاحظہ فرما کر تبسم ریز ہوئے اور فرمایا: اللہ کے لئے ہے خوبی ابوطالب کی اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اُس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں کون ہے جو ہمیں اُس کے اشعار سنائے- مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کی یارسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابوطالب نے نعتِ اقدس میں عرض کئے تھے-

وَاَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِّلْاَرَامِلِ

وہ گورے گورے رنگ والے کہ اُن کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان۔

تَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهٗ فِي نِعْمَةٍ وَّفَوَاضِلِ

بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں چین پاتے ہیں۔حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اَجَلْ ذَلِكَ اَرَدْتُ ہاں یہی نعت مقصود تھی۔(خصائص کبریٰ جلد۲ ص:۲۷۵، بیہقی فی دلائل النبوۃ بسند صالح والدیلمی فی مسند الفردوس، مختصر سیرت رسول ﷺ ازعبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب ص۱۴۴، رواہ البخاری مختصراحدیث ۱۰۰۸، ۱۰۱۴) الفاہیم ازسید علوی مالکی محدث مکی ص ۱۷۶، فتح الباری ۲/ ۴۹۵)

امام اہل سنت فرماتے ہیں: یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالیٰ اوّل تا آخر شفائے مومنین وشقائے منافقین ہے اور حضور ﷺ کے پسند فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصودِ رسالہ ہیں: کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں خلق کے لئے جائے پناہ نہیں سوائے بارگاہِ انبیاء علیہم السلام کے۔ وہ گورے گورے رنگ والے کہ اُن کے منہ کے صدقہ میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کے نگہبان۔ بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں چین پاتے ہیں۔ (الامن والعلیٰ ص:۸۶)

بخدا خدا کا یہی ہے در نہیں اور کوئی مفر مقر

جو وہاں سے ہو یہیں آ کے ہو جو یہاں نہیں تو وہاں نہیں

حدیث: ۷: حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا عقیدہ:

فَاَشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَاْمُوْنٌ عَلَى كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور یارسول اللہ! بیشک آپ ہر غیب پر امین بنائے گئے ہیں۔

وَاِنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً اِلَى اللهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَايِبِ

اے طیّب ومکرم حضرات کے فرزند۔ بیشک آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تمام رسولوں سے زیادہ قریب وسیلہ ہیں۔

وَكُنْ لِّيْ شَفِيْعاً يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ فَتِيْلًا عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

اورآپ میرے لئے اُس دن شفیع بن جائیں جس دن آپ کے علاوہ کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کو کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکے گا۔

(مختصر سیرۃ الرسول از عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی ص:۹۳، اصابہ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی جلد۲ ص۹۵ نمبر۳۵۸۳)

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کی نعت سے تین باتیں ثابت ہوئی۔

(۱) حضورﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت

(۲) حضورﷺ کا وسیلہ اختیار کرنا

(۳) حضورﷺ سے شفاعت طلب کرنا اگر یہ عقیدہ شرک ہوتا تو حضورﷺ کبھی بھی خاموش نہ رہتے فوراً انہیں توبہ کرنے اور دوبارہ کلمہ پڑھنے کو کہتے کیونکہ نبیﷺ دنیا سے شرک ختم کرنے آئے ہیں جولوگ کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ قرآن وحدیث ہے یا ہمارا عقیدہ صحابہ والا ہے وہ جھوٹے ہیں ہم انہیں صحابہ کرام کے عقیدہ کو اپنانے کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ صحابہ کرام کے عقیدہ کو اپنانے والا گروہ ہی اہل سنت واہلِ جنت ہے باقی بہتر فرقے دوزخی ہیں۔ بعض لوگ وسیلے کو شرک وبدعت کہتے ہیں شاید ان کو یہ علم نہیں کہ ہمارا فتویٰ کہاں تک پہنچے گا۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب نے دس نواقض الاسلام لکھے ہیں اُن میں دوسرا یہ ہے:

کہ جس نے اللہ اور اپنے درمیان کسی کو وسیلہ بنایا یا اُن سے شفاعت طلب کی وہ کافر ہو گیا۔

باپ نے وسیلہ اور شفاعت طلب کرنے کو شرک کہا لیکن بیٹے عبداللہ نے اسی بات کو اپنی کتاب میں لکھ ثابت کر دیا یہ عقیدہ شرک وبدعت نہیں ہے یہ تو عقائد صحابہ ہیں اب اگر باپ کا عقیدہ صحیح ہے تو بیٹے پر شرک کا فتویٰ لگ جائے گا کہ وہ شرک کی تعلیم دے رہا ہے اگر بیٹے کا عقیدہ صحیح ہے تو باپ پر فتویٰ لگ جائے گا۔

حدیث:۸: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام کا رسول اللہﷺ سے دعا کی درخواست کرنا:

قال الحافظ ابوبکر البیهقی : أخبرنا أبو نصر بن قتادة وأبو بكر الفارسي قالا: حدثنا إبراهيم بن علي الذهلي حدثنا يحى بن يحى حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالحعن مالك الدار رضى الله عنه و كان خازنُ عُمَرَ على الطعام قال:أَصَابَ النَّاسَ قَحْطٌ فِي زَمَنِ عُمَرَ رضى الله عنه فَجَاءَ رَجُلٌ إِلَى قَبْرِ النَّبِيِّ ﷺفَقَالَ : يَارَسُولَ الله! اسْتَسْقِ اللهَ لِأُمَّتِكَ فَإِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْ فَاَتَاهُ رسولُ الله ﷺ فِي الْمَنَامِ فقالَ: ائْتِ عُمَرَ فَاقْرِئْهُ مِنِّي السَّلامَ وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ مُسْقَوْنَ. وهذا إسناده صحيح قال الحافظ ابن حجر: وروى ابن شيبة بإسناد صحيح وقد سيف في الفتوح : أن الذى راى فى المنام المذكور هو بلال بن حارث المزنى أحد الصحابة قال ابن حجر إسناده صحيح حافظ ابوبکر بیہقی چند واسطوں سے فرماتے ہیں کہ حضرت مالک الدار جو حضرت عمر کے وزیر خوراک تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک بار لوگوں پر قحط آ گیا ایک صحابی (حضرت بلال بن حارث مزنی) رسول اللہﷺ کی قبر پر گئے اور عرض کیا یارسول اللہ! اپنی امت کے لئے اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کیجئے کیونکہ وہ (قحط سے) ہلاک ہو رہے ہیں، نبی کریمﷺ اس شخص کے خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: عمر کے پاس جاؤ اُن کو سلام کہو اور یہ خبر دو کہ تم پر یقیناً بارش ہوگی۔ حافظ ابن حجر لکھتے ہیں سیف نے فتوح میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے یہ خواب دیکھا تھا وہ یکے از صحابہ حضرت بلال بن حارث مزنی تھے رضی اللہ عنہ (فتح الباری جلد۲ ص۴۱۵ صحیح البخاری کتاب الاستقاء، مصنف ابن ابی شیبہ ج۱۲ ص۳۲، البدایہ والنہایہ ج۱ص۹۱ حوادث عام ثمانیۃ عشر، (المفاہیم مترجم از سید علوی مالکی ص۱۵۲) لبدایہ والنہایہ از حافظ ابن کثیر ج۷ ص۹۱،۹۲) اس حدیث کو حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر اور دونوں نے سنداً صحیح قرار دیا ہے اور ان دونوں کی تصحیح کے بعد کسی تردد کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور نہ کسی کا انکار درخور اعتناء ہے، علم حدیث میں حافظ ابن کثیر کی شخصیت موافقین اور مخالفین سب کے نزدیک مسلّم ہے اور حافظ ابن کثیر نے امام بیہقی کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی قبر انور پر جا کر آپ سے بارش کی دعا کے لئے درخواست کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ واقعہ اور اپنا خواب بیان کیا

اور حضرت عمر نے اس کو مقرر رکھا اور اس پر انکار نہیں کیا اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی وصال کے بعد صاحب قبر سے دعا کی درخواست کرنا اور ان کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔

مسئلہ توسل ونداء بحدیث مصطفیٰ از دیو بندی علماء: مذکورہ بالا حدیث لکھنے کے بعد دیو بندی عالم لکھتا ہے: یہ حدیث قائلین وسیلہ کے حق میں نص قطعی کا درجہ رکھتی ہے، اس حدیث سے توسل بالذوات اور توسل بالاموات دونوں کا جواز ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ عہد عثمانی کا واقعہ ہے اور حضور ﷺ کی وفات کے بعد کا ہے، یہ بات حدیث کے مضمون سے بھی واضح ہے اور تمام شراح حدیث بھی اس پر متفق ہیں۔ (ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ ۲۰۰۱ء)

ابن تیمیہ کے حوالے سے اس حدیث کی تائید توثیق اور تصحیح: امام طبرانی نے اس حدیث کو روایت کر کے کہا اس حدیث کو شعبہ نے ابوجعفر سے روایت کیا اور شعبہ سے اس حدیث کو صرف عثمان بن عمر نے روایت کیا اور وہ اس روایت کرنے میں متفرد ہے۔ (یعنی اس کا کوئی متابع نہیں ہے اور یہ حدیث غریب ہے) اور حدیث صحیح ہے۔ ابن تیمیہ نے امام طبرانی پر اعتراض کیا کہ اس حدیث کو شعبہ سے روایت کرنے میں صرف عثمان بن عمر متفرد نہیں ہے بلکہ روح بن عبادہ نے بھی اس حدیث کو شعبہ سے روایت کیا ہے اور یہ اسناد صحیح ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ امام طبرانی کی یہ روایت دو صحیح سندوں سے مروی ہے (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۲۷۴)

امام الوہابیہ ابن تیمیہ کا وصال کے بعد وسیلہ کو شرک قرار دینا: ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ وفات کے بعد کسی بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا شرک کی طرف لے جاتا ہے لکھتے ہیں: ہر چند کہ انبیاء اور صالحین اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ وہ زندوں کے لئے دعا کرتے ہیں اور بیشک اس کی تائید میں احادیث بھی ہیں، پھر بھی کسی شخص کے لئے ان سے دعا کو طلب کرنا جائز نہیں ہے اور پہلے لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کیا کیونکہ یہ شرک کا سبب ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کا ذریعہ ہے، اس کے برخلاف اگر ان کی زندگی میں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ شرک نہیں ہے۔ (فتاوی ابن تیمیہ ج ۱ ص ۳۳۰)

ابن تیمیہ کا یہ قاعدہ باطل ہے کیونکہ وفات کے بعد کسی سے دعا کی درخواست کرنا شرک کا سبب ہوتا تو نبی کریم ﷺ اس نابینا صحابی سے فرمادیتے کہ اس طریقہ سے دعا کرنا صرف میری زندگی میں جائز ہے اور میرے وصال کے بعد اس طریقہ سے دعا کرنا جائز نہیں ہے بلکہ شرک کا سبب ہے، کیونکہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی شرک کی بیخ کنی کرنا تھا اور جب نبی کریم ﷺ نے بغیر کسی استثناء کے نابینا صحابی کو دعا کا طریقہ تعلیم دیئے تو معلوم ہوا کہ قیامت تک اس طریقہ سے دعا کرنا جائز ہے اور صحابی رسول حضرت عثمان بن حنیف نے اس حدیث سے یہی سمجھا تھا اسی وجہ سے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بھی ایک شخص کو دعا کا یہ طریقہ بتلایا اور ہمارے لئے صحابی رسول کی اتباع کرنا ابن تیمیہ کے افکار کی اتباع کرنے سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے تمام احکام مسلمانوں کے لئے قیامت تک کے لئے حجت ہیں اور آپ ﷺ کے افعال مسلمانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں، اگر آپ کا کوئی حکم صرف آپ کی حیات مبارکہ کے ساتھ مخصوص ہو اور بعد کے لوگوں کے لئے اس کا کرنا جائز ہو تو آپ پر لازم ہے کہ آپ یہ بیان فرمادیں کہ یہ حکم میری زندگی کے ساتھ خاص ہے اور بعد کے لوگوں کے لئے اس حکم پر عمل کرنا جائز نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بردہ بن نیار کو چھ ماہ بکرے کی قربانی کا حکم دیا اور فرمادیا تمہارے بعد کسی کے لئے یہ عمل جائز نہیں ہے۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قربانی کے روز نبی کریم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا:- اس روز جس کام سے ہم ابتداء کریں یہی ہے کہ ہم نماز پڑھیں پھر واپس جا کر قربانی کریں جس نے اسی طرح کیا اُس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز پڑھنے سے پہلے قربانی کر لی تو وہ یہ گوشت ہے جس کو اُس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی کر لیا ہے اس کا قربانی سے کوئی تعلق نہیں پس میرے ماموں ابو بُردہ بن نیار کھڑے ہو کر عرض گذار ہوئے کہ یارسول اللہ! میں نے نماز سے قبل قربانی کر لی ہے اور میرے پاس چھ ماہ بکری ہے جو ایک سال کی بکری سے بہتر ہے فرمایا تم یہ اس کی جگہ ذبح کر دو اور تمہارے بعد چھ ماہ بکری کی قربانی کسی کے لئے درست نہیں ہوگی۔ (بخاری حدیث ۹۶۸ کتاب العیدین باب التکبیر للعید، مسلم حدیث ۱۹۶۲، مشکوۃ ۱۴۳۵)

نبی کریم ﷺ نے یہ استثناء اس لئے بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے تمام اقوال اور افعال مسلمانوں کے حق میں قیامت تک کے لئے

حجت ہیں، اگر آپ ﷺ یہ استثناء نہ فرماتے تو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی جائز ہو جاتی۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ نے جب اس صحابی کو اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کی تعلیم دی تو کسی قسم کا استثناء نہیں فرمایا لہذا قیامت تک بلکہ بعد قیامت بھی آپ کا وسیلہ جائز ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی طرف سے اس وسیلہ کو ناجائز یا شرک کہے جو اس کو ناجائز کہتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول پر جھوٹ اور افتراء باندھتا ہے اور نئی شریعت گڑھتا ہے۔

بعد از وصال اولیاء کرام کا وسیلہ: شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: امام حاکم نے کہا ﴿سَمِعْتُ ابا علی النیسابوری یَقُوْلُ: کُنْتُ فِی غَمٍّ شَدِیْدٍ فَرَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ فی الْمَنَامِ کَاَنَّهٗ یَقُوْلُ: صِرْ اِلَی قَبْرِ یَحْیَ بْنِ یَحْیٰ وَاسْتَغْفِرْ وَسَلْ تُقْضَ حَاجَتُكَ فَاَصْبَحْتُ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَقُضِیَتْ حَاجَتِی﴾ میں نے ابوعلی نیشاپوری سے سنا کہ انہوں نے فرمایا: میں ایک مرتبہ سخت غمگین تھا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''یحی بن یحی کی قبر پر جاؤ وہاں جا کر استغفار کر اور سوال کر تیری حاجت پوری ہو جائے گی،، وہ فرماتے ہیں جب صبح ہوئی تو میں نے یہ کام کیا یعنی ان کی قبر پر حاضری دی تو میری حاجت پوری ہوگئی۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۱ص ۲۶۰)

امام شافعی فرماتے ہیں: ﴿اِنِّی لَاَتَبَرَّكُ بِاَبِی حَنِیْفَةَ وَاَجِیْءُ اِلَی قَبْرِهٖ فَاِذَا عَرَضَتْ لِی حَاجَةٌ صَلَّیْتُ رَكْعَتَیْنِ وَسَاَلْتُ اللهَ تَعَالٰی عِنْدَ قَبْرِهٖ فَتُقْضَی سَرِیْعًا﴾ میں امام ابوحنیفہ کی قبر سے برکت حاصل کرتا ہوں جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ سے سوال کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔ (ردالمحتار، تاریخ بغداد)

زیارت قبور کے احکام اور انبیاء و اولیاء کرام کے وسیلہ سے دعا کرنا: علامہ ابن الحاج فرماتے ہیں: عام مسلمانوں کی قبروں پر صرف دعائے مغفرت کریں صلحاء امت کی قبور پر اپنی حاجات میں فقط ان کا وسیلہ پیش کریں، اور انبیاء علیہ السلام کی قبور پر جا کر ان سے اپنی حاجات میں شفاعت کے لئے درخواست کریں اور جب حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو شفاعت کے علاوہ آپ سے اپنی حاجات عرض کریں اور مدد طلب کریں۔ (مدخل ج ۱ص: ۲۱۱-۲۱۷) (شرح مسلم جلد ۲ص: ۸۲۲)

آج سے سات سو سال قبل کے عالم وفقیہ علامہ ابن حاج مالکی متوفی ۷۳۷ھ کا نظریہ جو علماء متشددین میں شمار ہوتے ہیں وہ اپنی کتاب ،،مدخل،، میں زیارت قبور کے بارے میں یوں تحریر فرماتے ہیں: اموات کو سلام کرنے کے بعد یہ دعا کرے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ اس سے کم یا زیادہ کہنے کی بھی گنجائش ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان کے لئے دعا میں خوب کوشش کرے، کیونکہ وہ لوگوں میں دعا کے سب سے زیادہ محتاج ہیں کیونکہ اُن کے عمل کا سلسلہ اب منقطع ہو چکا ہے، پھر میت کے قبلہ کی جانب بیٹھ جائے اور اُسے اختیار ہے کہ میت کے پیروں کی جانب بیٹھے یا چہرہ کی جانب پھر اللہ عزوجل کی حمد وثنا کرے پھر نبی کریم ﷺ پر درود شریف پڑھے پھر جس قدر ہو سکے میت کے لئے دعا کرے، اسی طرح جب کسی شخص پر یا مسلمانوں پر کوئی افتاد یا مصیبت آپڑے تو ان قبروں کے پاس آکر دعا کرے اور اللہ تعالی سے گڑگڑا کر دعا کرے کہ اللہ تعالی اس مصیبت کو دور کرے یہ عام قبروں کی زیارت کا طریقہ ہے۔

زیارت قبور علماء وصالحین کے احکام: اور اگر کسی مقبول بندے کا مزار ہو جس کی برکت کی اُمید ہو تو اللہ کی جناب میں اُس مزار کا وسیلہ پیش کرے، پہلے اللہ کی جناب میں حضور اقدس ﷺ کا وسیلہ پیش کرے کیونکہ توسل میں سب سے عمدہ آپ کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ آپ کا وسیلہ پیش کرنے کے بعد آپ کے تمام صالح پیروکاروں کا وسیلہ پیش کرے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب قحط پڑا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ پیش کیا اور دعا کی: اے اللہ پہلے ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے تو تو ہم پر بارش نازل فرماتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے عم محترم کا وسیلہ پیش کر رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما تو مسلمانوں پر بارش ہو جاتی تھی۔ (بخاری حدیث: ۱۰۱۰)

پھر اپنی حاجات کے پورا ہونے میں اور اپنے گناہوں کی مغفرت میں قبرستان کے صالح بزرگوں کا وسیلہ پیش کرے پھر اپنی ذات کے لئے اور اپنے والدین اپنے اساتذہ اور اپنے شیخ کے لئے اور اپنے رشتہ داروں کے لئے اور اس قبرستان کے اموات کے لئے اور عام مسلمان اموات کے لئے اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے دعا کرے اور اس قبرستان کے اموات کا بکثرت وسیلہ پیش کرے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں چنا اور فضیلت و

کرامت بخشی فَكَمَا نَفَعَ بِهِمْ فِي الدنيا فَفِي الاخرةِ اَكْثَرُ پس جس طرح اُس نے دنیا میں ان کے ذریعہ فائدہ پہنچایا آخرت میں اس سے زیادہ نفع پہنچائے گا۔

﴿فَمَنْ اَرَادَ حَاجَةً فَلْيَذْهَبْ اِلَيْهِمْ وَيَتَوَسَّلُ بِهِمْ فَاِنَّهُمُ الْوَاسِطَةُ بَيْنَ اللهِ تعالى وَخَلْقِهِ﴾

اور جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو اُسے چاہئے قبرستان جائے اور اُن وسیلے سے دعا کرے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہیں۔

﴿وَقَدْ تَقَرَّرَ فِي الشَّرْعِ وَعُلِمَ مَا للهِ تعالى بِهِمْ مِنَ الْاِعْتِنَاءِ وِذَالِكَ كَثِيْرٌ مَّشْهُوْرٌ وَمَازَالَ النَّاسُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْاَكَابِرِ كَابِرًا عَنْ كَابِرٍ مَشْرِقًا وَمَغْرِبًا يَتَبَرَّكُوْنَ بِزِيَارَةِ قُبُوْرِهِمْ وَيَجِدُوْنَ بَرْكَةَ ذَلِكَ حِسًّا وَمَعْنًى﴾ اور یہ چیز شریعت میں ثابت ہے اور تمام دنیائے اسلام میں شرق سے لے کر غرب تک تمام علماء اور اکابر مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور ان سے برکت حاصل کرتے ہیں اور ان کی برکات سے ظاہری اور باطنی فیض یاب ہوتے ہیں۔ امام ابوعبداللہ بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب سفینۃ النجاۃ میں یوں لکھتے ہیں: تَحَقَّقَ لِذَوِي الْبَصَائِرِ وَالْاِعْتِبَارِ اَنَّ زِيَارَةَ قُبُوْرِ الصالحينَ مَحْبُوْبَةٌ لِاَجْلِ التَّبَرُّكِ مَعَ الاعتبارِ فَاِنَّ بَرْكَةَ الصالحينِ جاريةٌ بَعْدَ مَمَاتِهِمْ كَمَا كَانَتْ فِى حَيَاتِهِمْ والدعاءُ عِنْدَ قبورِ الصالِحِيْنَ وَالتَّشَفُّعُ بِهِمْ مَعْمُوْلٌ بِهِ عِنْدَ عُلَمَاءِ الْمُحَقِّقِيْنَ مِنْ اَئِمَّةِ الدِّيْنِ۔ ,,اصحاب بصائر و اعتبار کے نزدیک یہ امر ثابت ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک و حصول عبرت و پسندیدہ ہے۔ کیونکہ صالحین کی برکت ان کی موت کے بعد اسی طرح جاری ہے جیسا کہ اُن کی زندگی میں تھی۔ اور صالحین کی قبروں پر دعا کرنا اور اُن سے شفاعت طلب کرنا ائمہ دین اور علمائے محققین کا معمول بہ رہا ہے۔ جس شخص کو صالحین کی قبروں کے پاس جانے کی ضرورت ہو وہ ان کے مقابر پر جائے اور اُن کا وسیلہ پیش کرے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: تین مسجدوں کے سوا سامانِ سفر نہ باندھا جائے مسجد حرام مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔ کیونکہ امام غزالی نے احیاء العلوم کے آداب سفر میں بیان فرمایا ہے کہ عبادات کے لئے سفر کیا جائے مثلاً جہاد اور حج کے لئے اور اس کے بعد فرمایا: کہ اس میں انبیاء علیہم السلام، صحابہ، تابعین اور تمام علماء اور اولیاء اللہ کی قبروں کے لئے سفر کرنا بھی داخل ہے اور ہر وہ شخص جس کی زیارت اور اُس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اُس کی زندگی میں سفر کرنا جائز ہے اُس کی موت کے بعد اُس کی قبر کی زیارت کے لئے بھی سفر کرنا جائز ہے اور حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان تین مساجد کے سوا کسی اور مسجد کی زیارت کے لئے سامانِ سفر نہ باندھا جائے۔

زیارت قبور انبیاء و رسل علیہم السلام کے احکام اور ان کے وسیلہ سے دعا: علامہ ابن الحاج لکھتے ہیں: ہم نے جو یہ احکام بیان کئے ہیں یہ علماء اور صالحین کی قبروں کے احکام ہیں اور انبیاء اور رسل علیہم السلام کے احکام یہ ہیں انبیاء اور رسل علیہم السلام کی قبروں کی زیارت کرنے والا مسافت بعیدہ سے ان کی زیارت کا قصد متعین کر کے چلے اور جب ان کے مزار پر پہنچے تو انتہائی ذلت، عاجزی، فقر و فاقہ اور نہایت خضوع و خشوع کے ساتھ آئے اور حضور قلب کے ساتھ حاضر ہو اور سر کی آنکھ سے ان کا مشاہدہ نہ کرے دل کی آنکھ سے انہیں دیکھے کیونکہ ان کے اجسام مبارکہ بوسید ہوتے ہیں نہ متغیر ہوتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کی وہ ثنا کرے جو اس کی شان کے لائق ہے پھر ان پر صلوات بھیجے پھر ان کے تمام اصحاب اور قیامت تک اُن کے تابعین کے لئے رضوان اور رحمت کی دعا کرے پھر اپنی حاجات کی تکمیل اور اپنے گناہوں کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ پیش کرے پھر ان سے شفاعت طلب کرے اور اپنی حاجات ان پر پیش کرے اور ان کی برکت سے دعا کی مقبولیت پر یقین رکھے اور اس باب میں اپنا حسنِ ظن قوی رکھے کیونکہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا کھلا ہوا دروازہ ہیں اور اللہ سبحانہ کی یہ عادت جاری رہی ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے ہاتھوں سے اور ان کے واسطے اور سبب سے بندوں کی حاجتوں کو پورا فرماتا ہے اور جو شخص خود انبیاء علیہم السلام کے مزارات مقدسہ تک نہ پہنچ سکے وہ ان کی بارگاہ میں سلام بھیجے اور اپنی حاجات اور اپنے گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کے لئے ان سے شفاعت کی درخواست کرے کیونکہ وہ کریم بزرگ ہیں اور جو شخص کریموں سے سوال کرتا ہے یا اُن کا وسیلہ پیش کرتا ہے یا اُن کی پناہ میں آتا ہے یا ان کا ارادہ کرتا ہے وہ ان کو مسترد نہیں کرتے۔ (جاری ہے)

......☆☆......

قیامِ پاکستان اور

''مہاجرین کی آبادکاری''

﴿حضور مفکر اسلام علیہ الرحمہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قائداعظم محمد علی جناح کی پُرخلوص قیادت اور مشائخ وعلماءِ اہل سنت کی مخلصانہ وبابرکت تائید وتعاون کو خداوند کریم جل مجدہ نے شرف قبول بخشا اور اپنے محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بیکس غلاموں کو'پاکستان' عطا فرمادیا (جو تشکیل کے وقت سب سے بڑا اسلامی ملک تھا) جس وقت غلامی کی طویل وسیاہ رات کے اختتام کا اعلان ہوا' رمضان ۱۳۶۶ھ کی ستائیسویں رات یعنی لیلۃ القدر تھی۔ (قرآنِ حکیم کے مطابق خود قرآن حکیم بھی اسی رات نازل ہوا۔ شاید قدرت وہ مقاصد قوم کے ذہن نشین کرانا چاہتی تھی جن کا ذکر مسلم لیگی لیڈر اپنے خطابات میں فرمایا کرتے تھے یعنی نظامِ اسلام کا نفاذ) عیسوی تقویم کے مطابق یہ دن ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء تھا۔

اپنی زندگی میں بلکہ تاریخ ملت کے دورِ آخر میں اس سے زیادہ خوشی کا کونسا موقع ہوسکتا تھا کہ قریباً ایک صدی کے بعد قوم نے زندانِ غلامی سے قدم باہر رکھا تھا۔ مگر یہ مسرت آگیں لمحات مزید ہزاروں قربانیوں کا پیغام بن گئے۔ تقسیم ملک سے آبادی کا تبادلہ ضروری تھا۔ مسلمان انڈیا سے نقل مکانی کر کے قافلہ در قافلہ پاکستان آنے لگے تو ہندوؤں اور سکھوں نے بھی ان پر مسلح قاتلانہ حملے شروع کر دیئے۔ ان گنت مسلمانوں کو پیدل چلتے ہوئے یا ٹرینوں میں سفر کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کرنا پڑا۔ کتنی ہی عصمتیں لوٹ لی گئیں اور کتنا ہی ساز وسامان اغیار کے قبضے میں چلا گیا۔ اس کے باوجود ۱۹۴۸ء تک ایک اندازے کے مطابق سوا کروڑ مہاجر پاکستان میں داخل ہو چکا تھا (اور تاریخی ریکارڈ کے مطابق اتنے زیادہ لوگوں کا اخراج ایک علاقے سے دوسرے کی طرف کبھی نہیں ہوا) ان کی آبادکاری کا مسئلہ بڑا سنگین تھا تاہم بفضل خدا جلد ہی اچھی طرح حل ہو گیا۔

تحصیل نارووال بھی سرحدی علاقوں میں شامل ہے لہٰذا یہاں بھی مہاجرین بڑی تعداد میں آوارد ہوئے اس نازک صورت حال میں پھر حضور نقش لاثانی قدس سرہ نے سرگرمی دکھائی اور اردگرد کے علاقے میں انتظامیہ کی رہنمائی فرماتے ہوئے بہت سے مہاجرین کو ہندوؤں کے متروکہ مکانات میں آباد کرایا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میرے نانا جان چودھری علی محمد مرحوم جو تحصیل پٹھانکوٹ سے مہاجر ہو کر دربار شریف پہنچے تو انھیں حضور نے موضع جونیکے نزد ریلوے اسٹیشن علی پور سیداں شریف میں اور میرے خال محترم چودھری چراغ لطیف مرحوم (ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر) کو موضع گندھو والی نزد دربار شریف میں آباد فرمایا۔ چودھری نور محمد مرحوم آف بکنور بھی یہی (گندووالی) میں آباد ہو گئے۔ جب حضور گھوڑی پر سوار ہو کر ہمارے ہاں تشریف لا رہے تھے تو اس بندۂ ناکارہ (آسی) کو ردیف بننے کا شرف بخشا (یعنی پیچھے بٹھا لیا) حضور کی چارہ سازی کی برکت تھی کہ جلد ہی بہت سے نقصانات کی تلافی ہو گئی۔

سیدی حضور نقشِ لاثانی کا جہاد بالسیف اور مجاہدین کے جتھے

مقامی بن کے آیا ہے ' نہ راہی بن کے آیا ہے
یہ دنیا رزمگہ ہے تو سپاہی بن کے آیا ہے

ترے لائق نہ دنیا دار کا جامہ نہ زاہد کا
ملا ہے درگہِ حق سے تجھے رتبہ مجاہد کا

(حفیظ جالندھری)

حقیقت یہی ہے کہ دنیا حق و باطل کی میدانِ جنگ ہے اور مردِ مومن کا اصل عریضہ یہی ہے کہ حق کا سپاہی بن کر باطل کی تمام قوتوں کے خلاف ڈٹ جائے۔ خدا کے نام پر جان قربان کرنا اس کی حیاتِ جاوداں ہے اور اسکی آرزو ایمان کی دلیل۔ خود حضور رحمۃ للعلمین ﷺ نے فرمایا

و الذی نفسی بیدہ لوددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احی ثم اقتل ثم احی ثم اقتل

(بخاری مسلم)

ترجمہ: قسم ہے اس کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' میں اسے بہت پسند کرتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں۔

پھر اس جہاد کا مقصد کیا ہے۔ اس کا جواب بھی حدیث پاک میں سنئے۔

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ (یارسول اللہ) ایک شخص مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے لڑتا ہے' دوسرا شہرت و ناموری کے لئے' تیسرا عزت و آبرو پانے کے لئے] تو ان میں کون ہے جو راہِ خدا کے لئے لڑتا ہے (فمن فی سبیل اللہ) فرمایا **من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ** یعنی خدا کی راہ میں لڑنے والا وہ ہے جو خدا کے دین کی بلندی کے لئے لڑے (بخاری و مسلم) ایک اور جگہ فرمایا **جاھدو و المشرکین باموالکم و انفسکم و المسنتکم** (ابوداؤد، نسائی) یعنی مشرکین کے خلاف اپنی جانوں' مالوں اور زبانوں سے جہاد کرو۔ ربِ ذوالجلال جہاد کی ترغیب میں فرماتا ہے

وما لکم لا تقاتلون فی سبیل اللہ والمستضعفین من الرجال و النساء و الولدان الذین یقولون ربنا اخرجنا من ھذہ القریۃ الظالم اھلھا واجعل لنا من لدنک ولیا و اجعل لنا من لدنک نصیراً (النساء)

ترجمہ: (اے مسلمانو!) تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں لڑتے اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں (کو چھڑانے) کے لئے نہیں لڑتے جو یہ دعا کرتے ہیں کہ ہمارے رب! ہم کو ظالم لوگوں کے اس شہر سے نکال اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی کھڑا کر دے اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کسی کو مددگار بنا دے۔

قیامِ پاکستان کے بعد اگرچہ بھارت کے دوسرے علاقوں سے آنے والوں پر بھی قیامتیں ٹوٹ رہی تھیں مگر ریاست جموں و کشمیر کی صورتحال تو تقریباً اسی آئیہ کریمہ کے مضمون کے مطابق ہو چکی تھی۔ ان کا گویا قتلِ عام بھی جاری تھا اور باہر نکلنا بھی دشوار۔ ریاست کا راجا رحم و کرم سے نا آشنا تھا اور اپنی فطرت کے اعتبار سے مسلمان رعایا کے لئے کسی خوفناک اژدہا سے کم نہیں تھا' شیخ عبداللہ اس کا آلہ کار بن چکا تھا (بعض کہتے ہیں اسے بھی ان دنوں نظر بند کر دیا تھا) اور حکومت پاکستان کی دخل اندازی کھلی جنگ کے مترادف ہوتی۔ ان حالات میں ریاست جموں و کشمیر سے کمزور' نہتے اور بے یار و مددگار مسلمانوں کو جو اپنے خدا کے حضور اوپر کی دعا ہی کرتے رہتے تھے' ظلم و ستم سے بچا کر ریاست سے نکال کر لانے کے لئے حضور نقشِ لاثانی قدس سرہ النورانی جہاد بالسیف (یعنی مسلح جہاد) پر کمر بستہ ہو گئے۔ رضا کاروں کو فوجی تربیت دلانے کا بندوبست کیا اور ریٹائرڈ فوجیوں کو ساتھ ملا کر ریاست جموں و کشمیر کے بارڈر کی طرف روانہ ہو گئے۔ (اس بارڈر کی طرف جو کنگرہ اور اکھنور کے قریب ہے)

حضور خود گویا سپہ سالار تھے۔ جب یہ لشکر جو تعداد کے اعتبار سے زیادہ نہیں تھا' ریاست میں داخل ہوا تو قدرتی طور پر بھی اس کی دھاک بیٹھ گئی۔ ہندوؤں کے شرک آلود دل لرز اٹھے اور اکثر خود بخود کسی حملے سے پہلے ہی اپنے دیہات چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔ استاذِ محترم حضرت مولانا

رحمت علی علیہ الرحمہ جو اس جہاد میں خود شامل تھے فرمایا کرتے تھے کہ بالعموم ان دیہات میں پہنچنے سے پہلے گھاس پھونس اور کوڑا کرکٹ کو آگ لگا دی جاتی تھی۔ آگ کے یہ فلک بوس شعلے ہندوؤں کو اور بھی ہراساں و ترساں کر دیتے اور مسلمانوں کے خطرات ٹل جاتے۔ (سپہ سالار کی حیثیت سے فراست کا تقاضا یہی تھا کہ کم سے کم تصادم کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جائے۔ کونین کے ہادی و والی سرورِ انبیاء علیہم التحیۃ والثناء فتح کے ارادے سے جب مکہ معظمہ میں تشریف لے گئے تو مختلف مقامات پر آگ روشن کر دی تھی' اس لئے کہ رحمۃ للعلمین ﷺ یہی چاہتے تھے کہ قریشِ مکہ کثرتِ تعداد کا اندازہ کر لیں اور تصادم کی جرأت نہ کریں)

حاجی مقبول احمد صاحب بھی اس جہاد میں شریک تھے۔ ان کی روایت کے مطابق پہلا باقاعدہ مقابلہ باموں چک میں ہوا جو بہت بڑا مندر تھا اور یہاں اس کی حفاظت کے لئے فوج بھی موجود تھی۔ دن رات فائرنگ کا تبادلہ ہوتا رہا اور اگلے دن کے طلوع ہونے سے پہلے ہندو بھاگ گئے اور مندر پر اہلِ توحید کا قبضہ ہو گیا۔

اگلا اور بڑا مقابلہ بٹیال کے قلعے پر ہوا۔ حضور قبلہ عالم علیہ الرحمہ نے جنگی تدبیر کے مطابق اپنے تجربہ کار فوجی بکھیر رکھے تھے۔ قلعہ کے اندر فائرنگ ہوتی تو بڑی احتیاط سے مختلف سمتوں سے جواب دیتے اس سے مخالف فوج کو یہ وہم ہو گیا کہ حملہ آور چند آدمی نہیں بلکہ لشکرِ جرار ہے جس نے مختلف سمتوں سے گھیراؤ کیا ہوا ہے۔ شاید اسی لئے انہوں نے کچھ عرصہ کے لئے فائرنگ بند کر دی۔ اب ضروری تھا کہ اس خاموشی کی اصل وجہ معلوم کی جائے۔ قلعے کے نیچے ایک نالہ بھی بہتا تھا' دونوں جوان اس میں سے ہوتے ہوئے قلعے کے گیٹ پر پہنچ گئے۔ وہاں کتا بھونکا تو یہ پھر واپس ہو گئے اور اندر والوں نے فائرنگ شروع کر دی۔ یہ 'مقدس' جاسوس بچتے بچاتے ظہر کے وقت تک واپس اپنے کیمپ میں آ گئے۔ اگلے دن سحری تک فائرنگ رہی اور پھر خاموشی۔ خدشہ تھا کہ کہیں یہ جنگی چال نہ ہو۔ چنانچہ پھر دو اور نوجوان جاسوسی کیلئے گئے۔ انہوں نے جا کر دیکھا تو بڑا گیٹ اندر سے بند تھا۔ پھر بڑی جرات کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے قلعے کے گرد چکر لگایا تو دوسری طرف ایک چھوٹا دروازہ کھلا تھا۔ مزید غور کیا تو سب بھاگ چکے تھے۔ یوں اس قلعے پر بھی قبضہ ہو گیا۔ یہیں ہندوؤں کا جاسوس بھی گھوڑی پر آیا تھا۔ گھوڑی قبضہ میں لے کر اسے واپس بھیج دیا تا کہ رپورٹ دے سکے۔ یاد رہے یہ ان کا اہم مورچہ تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے انھوں نے پہلے دن ہوائی فوج سے بمباری کرائی تھی۔ کئی سال کی بات ہے' حضور نقشِ لاثانی ایک دیہاتی گاؤں موضع سرگپور سے تانگے پر تشریف لا رہے تھے۔ یہ فقیر بھی قدموں میں بیٹھا تھا۔ ایک خاص جگہ آئی تو حضور نے فرمایا 'یہاں بڑا سخت معرکہ ہوا تھا' (حضور کو لمبی بات کرنے کی عادت نہیں تھی اور مجھ ایسے کو تفصیل پوچھنے کی جرات نہیں تھی)

کہتے ہیں ان دنوں اس مختصر سی فوج کا کھانا موضع رنگور وغیرہ میں تیار ہوتا تھا اور بیل گاڑی کے ذریعے محاذ پر پہنچایا جاتا تھا۔ ان مجاہدانہ سرگرمیوں کے نتیجے میں سینکڑوں مسلمان بحفاظت پاکستان میں پہنچ گئے اور دشمن کا قریباً دس میل چوڑا علاقہ فتح کر لیا۔ چونکہ اس کا انتظام حکومت ہی کر سکتی تھی اور وہ اس وقت مجبور تھی لہٰذا اصل بڑا فائدہ اہلِ اسلام کا انخلاء ہی تھا۔

......☆☆☆......

......﴿اظہارِ تعزیت﴾......

17 جون بروز جمعرات 2010 کو صوبائی ناظم اعلیٰ جناب رانا آفتاب احمد خاں صاحب کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا علیہ راجعون۔ ادارہ الحقیقہ و شیرانِ اسلام پاکستان ان کے شریکِ غم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی والدہ ماجدہ کو نبی کریم ﷺ کے صدقہ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین!

عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

(قرآنی آیات کی روشنی میں)

(سید سعادت علی قادری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عورت بمقابلہ مرد جسمانی طور پر کمزور ہے، یہ حقیقت ہے جس کا انکار زبانی کیا جائے، تو کیا جا سکتا ہے، لیکن عملی طور پر یہی ثابت ہے۔ اسی لیے ہر دور میں عورت، مرد کی ناانصافیوں، جبر اور ظلم وستم کا شکار رہی ہے، مرد نے عورت کو کبھی تو گھر کی لونڈی اور باندی گردانا کبھی اپنی وراثت بنایا کبھی اسے محروم رکھا، کبھی اسے اپنی عزت پر داغ دھبہ سمجھ کر زندہ دفن کیا اور کبھی عیش وعشرت کا پتلا بنا کر، محفلوں میں نچایا، ہمارے دور میں بھی یہ صنفِ نازک کچھ کم مظلوم نہیں۔ مرد نے اس پر، ترقی وفیشن کا ایسا جادو چلایا، کہ وہ رات کو سکون کی نینداور دن کو چین سے محروم ہے۔ اس کی عزت وآبرو اور عصمت تار تار ہے۔ اس کے جسم پر پورا لباس تک نہ رہا، اس کا حسن سب سے زیادہ ارزاں اور سستا ہو گیا۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ مرد نے اس پر اپنی ذمہ داری کا بوجھ ڈال کر، زندگی کی صعوبتیں جھیلنے کے لئے تنہا چھوڑ دیا اور اب عورت کا مقصدِ زندگی اس کے سوا کچھ نہیں رہا کہ وہ دن بھر اپنے اور بچوں کے لئے روزی کمائے، دفتروں، دکانوں کارخانوں میں نوکری کرے، بقیہ وقت وہ گھریلو کام کرے اور رات کو مردوں کی تسکین کے لئے کلبوں میں ناچے اور عیاش مرد کی للچائی ہوئی نظروں کا شکار بنے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوا کہ ''عورت بمقابلہ مرد کمزور''۔

اسلام، کمزوروں کو سہارا دینے ان کے حقوق کی حفاظت کا ضامن ہے پس اس نے عورت کے لئے ایسے احکام وقوانین وضع کئے جو اسے ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھے اور اسے باعزت وپرسکون زندگی مہیا کرے۔

اسلام اور عورت: اسلام نے عورت کو شمعِ محفل نہیں، بلکہ گھر کی ملکہ ومالکہ قرار دیا۔ اسے عزتِ نفس دی، اسکی عزت وعصمت کو قیمتی ترین دولت قرار دیا، جس کی حفاظت کے لئے اسے گھر کی چار دیواری میں رہنے کا حکم دیا۔ اس کے حسن کو بیش بہا موتی قرار دیا، جس کو ہر ایرے غیرے کی نظر سے محفوظ رکھنے کے لئے پردے کا حکم دیا۔ اس کے قدم کو گھر کے لئے باعث برکت اور وسعت رزق کا ذریعہ قرار دیا۔ ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کے رشتوں میں منسلک کر کے اس کا تقدس بحال کیا۔ اس کی گود، قوم کی اولین درسگاہ بنائی۔ مرد کو عورت کے لوازمِ زندگی فراہم کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ غلط روی سے بچانے اور عزت وآبرو کی حفاظت کے لئے مرد کو اس پر حاکم کی حیثیت دی اور ان حکام کو عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا پابند بنایا۔ اسلام کا عورت پر یہ احسان ہے کہ زندگی کی الجھنوں سے آزاد کرنے کے لئے مرد کی اطاعت وفرمانبرداری کا حکم دیا۔ زندگی کے نشیب وفراز کی فکر مردوں کا کام ہے، صنفِ نازک پر یہ بوجھ نہیں، اسلام کی نظر میں عورت حسن وجمال کا پیکر ہے، جس کی ناز ونعم کے ساتھ پرورش کرنا مردوں کی ذمہ داری ہے۔ غرضیکہ اسلام عورت کو ہر اعتبار سے عیش وآرام اور سکون کی زندگی مہیا کرتا ہے۔

عورت کے ساتھ معروف کا حکم: معروف یعنی اچھا برتاؤ، قرآن کریم عورتوں کے ساتھ بار بار معروف کا حکم دیتا ہے۔ درج ذیل آیات پر غور فرمائیے:

الهن مثل الذی علیهن بالمعروف و للرجال علیهن درجة و الله عزیز حکیمo

ترجمہ: اور ان (عورتوں) کے حقوق ہیں (مردوں پر) جیسے مردوں کے حقوق ہیں ان (عورتوں) پر دستور کے مطابق البتہ مردوں کو ان (عورتوں) پر فضیلت ہے اللہ عزت دینے والا، حکمت والا ہے"

معروف سے مراد یہاں قانونِ شریعت ہے۔ جو سب سے زیادہ اچھے برتاؤ کا ضامن ہے۔ یہ آیت عورتوں اور مردوں کے باہمی حقوق و فرائض اور ان کے مراتب کے بیان میں شرعی ضابطہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ عورتوں کے ساتھ معروف کا حکم اس لئے دیا جا رہا ہے کہ عورت بھی انسان ہے مرد پر اس کے حقوق اسی طرح عائد ہوتے ہیں جس طرح اس پر مرد کے حقوق ہیں۔ اگر چہ مرد اپنی زیادہ ذمہ داریوں اور عورت کی فطری کمزوری کے باعث عورت پر فضیلت رکھتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ مزید ارشاد ہوا

الرجالقوٰمون علی النساء بما فضل الله بعضهم علیٰ بعض و بما الفقوا من اموالهم

ترجمہ: مرد محافظ و نگران ہے اس وجہ سے کہ فضیلت دی ہے اللہ نے مردوں کو عورتوں پر اور اس وجہ سے مرد خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں سے (عورتوں کی ضرورت و آرام کے لئے) (النساء۳۴)

قوام، ضروریات زندگی مہیا کرنے والے، حفاظت کرنے والے، اصلاح کرنے والے کو کہتے ہیں۔ چونکہ عورت کا خالق، اللہ رب العزت سب سے زیادہ جاننے والا ہے کہ عورت پیدائشی طور پر اس قدر کمزور ہے کہ اس کے لئے زندگی کا سارا بوجھ تنہا اٹھالینا ممکن نہیں۔ جبکہ مرد ہر اعتبار سے قوی اور طاقتور ہے۔ لہٰذا خالقِ رحیم و کریم نے احسان فرمایا کہ مردوں کو اس کا معاون و مددگار مقرر کیا اور اسے عورت پر فضیلت و برتری کا منصب عطا فرما کر قوام کا مرتبہ دیا۔ تا کہ وہ عورت کے تعاون کو اپنی ذمہ داری جانے اور اسے پورا کرنے میں تساہل نہ کرے۔ نیز مرد و عورت کو اس اعتبار سے "مثل" برابر قرار دیا کہ اگر عورت پر مرد کے حقوق ہیں تو مرد پر عورت کے حقوق بھی ہیں۔ مرد عورت کے ساتھ جو کچھ کرتا ہے وہ اس پر بطور احسان نہیں کرتا بلکہ اس کے حقوق ادا کرتا اور اپنی ذمہ داری پوری کرتا ہے۔ مرد کو عورت پر جو برتری اور فوقیت حاصل ہے اس کا تعلق صرف اس زندگی اور دنیا کے ظاہری نظام سے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم عدولی کی سزا یا اطاعت کی جزا سب کے لئے ایک جیسی ہے۔ کافر مردوں کے لئے جہنم ہے تو کافر عورتوں کے لئے بھی اور مومن مردوں کے لئے جنت ہے تو مومن عورتوں کے لئے۔ عبادات کا جو ثواب مردوں کے لئے ہے وہی عورتوں کیلئے بھی۔ اعمال صالحہ کی جو برکتیں مردوں کے لئے ہیں وہی عورتوں کے لئے بھی۔ بلکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بمقابلہ مردوں کے عورتوں کی دعائیں جلد قبول فرماتا ہے۔ غرضیکہ قرآن و حدیث میں غور کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام ہرگز ہرگز عورتوں کو مردوں کا غلام، باندی یا لونڈی قرار نہیں دیتا، بلکہ اسلام نے جس قدر بھی عورت کو مرد کی اطاعت کا حکم دیا ہے، وہ عورت پر احسان ہے۔ اس کے ساتھ "اچھا برتاؤ" ہے جو اسی کے مفاد میں ہے۔

الطلاق مرتٰن فامساک بمعروف او تسریح باحسان

ترجمہ: طلاق دوبار ہے پھر یا تو روک لینا بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دینا ہے احسان کے ساتھ۔

عورت پر مظالم کی دردناک داستانوں میں ایک داستان یہ بھی ہے کہ اہلِ عرب میں طلاق کا رواج بھی موجود تھا اور مرد کو اس کا حق بھی حاصل تھا۔ لیکن طلاقوں کی کوئی تعداد مقرر نہ تھی۔ جس سے مرد یہ فائدہ اٹھاتے تھے کہ بیوی کو ایک طلاق دیتے اور رجوع کر لیتے اور اسی طرح غریب عورت کو ستاتے رہتے۔ نہ چھوڑتے تھے نہ بھلائی اور محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ یہی رواج اسلام کے دور میں بھی کچھ عرصہ رہا۔

ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی نے اپنی بیوی کو ستانے کے لئے کہا کہ میں تیری زندگی برباد کر دوں گا، اور نہ ہی تو مجھ سے چھٹکارا پا سکے گی۔ بیوی نے پوچھا یہ کیسے۔ بولے میں تمہیں طلاق دیتا رہوں گا اور ہر مرتبہ عدت کے دن پورے ہونے سے پہلے رجوع کر لیا کروں گا۔ غریب عورت

شوہر کا یہ ظالمانہ پروگرام سن کر لرز گئی اور دامنِ رحمت میں پناہ لینے کے لئے دوڑی۔ نبی مکرم علیہ السلام کے دربار میں حاضر ہو کر اس نے اپنی بے بسی کا حال سنایا۔ پس اللہ رب العزت نے کرم کیا اور طلاق کی تعداد مقرر فرمائی کہ مرد کو صرف تین طلاقوں کا حق ہے۔ پہلی، دوسری طلاق کے بعد تو وہ عدت کے دن پورے ہونے سے پہلے رجوع کرسکتا ہے لیکن جونہی تیسری بار طلاق دے گا تو عورت آزاد ہو جائے گی۔

طلاق بالعموم مرد و عورت کے درمیان ہمیشہ کے لئے دوری بلکہ عداوت و دشمنی کا سبب بنتی ہے۔ لیکن غور فرمایئے اسلام کی تعلیم پر اور عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی تاکید پر کہ مردوں کو حکم دیا گیا کہ اگر شوہر و بیوی میں نااتفاقی کے باعث طلاق کی نوبت آہی جائے اور ابھی صرف دو طلاقیں دی گئی ہوں تو بہتر ہے کہ رجوع کرلیا جائے اور اگر کوئی گنجائش ہی باقی نہ رہے اور علیحدگی ہی کا فیصلہ کرلیا جائے تو اس صورت میں بھی مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی کی اجازت نہیں بلکہ احسان کا حکم دیا جاتا ہے۔ کہ مطلقہ عورت کو دھکے دے کر گھر سے نہ نکالنا چاہئے۔ بلکہ اس کو کچھ تحفے تحائف دے کر محبت اور عزت کے ساتھ رخصت کرنا چاہئے۔ اگرچہ وہ ایک ہی دن تمہاری بیوی رہی ہو۔

اللہ اکبر ذرا غور فرمایئے عورتوں کے ساتھ اسلام کی ہمدردی پر کہ طلاق کی صورت میں بھی اچھے برتاؤ کا حکم دیا جارہا ہے۔ کیا کسی مذہب یا دنیا کے کسی قانون میں حسنِ سلوک اور عورتوں سے ہمدردی کی ایسی نظیر موجود ہے۔ اسی مضمون کی دوسری آیت ملاحظہ ہو، جو زیادہ واضح ہے

واذا اطلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسكوهن بمعروف او سرحوهن بمعروف ولا تمسكوهن ضرارًا لتعتدوا ترجمہ: اور جب تم طلاق (رجعی) دو عورتوں کو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں پس انہیں یا تو روک لو بھلائی کے ساتھ یا چھوڑ دو، انہیں بھلائی کے ساتھ اور نہ روکو انہیں تکلیف دینے کی غرض سے، تاکہ زیادتی کرتے رہو۔ (البقرہ ۲۳۱)

عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا مزید حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا۔

واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فلا تعضلوهن ان ينكحن ازواجهن اذا تراضوا بينهم بالمعروف

ترجمہ: اور جب تم طلاق دے دو عورتوں کو پھر وہ اپنی مدت پوری کرچکیں تو انہیں نہ منع کرو کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کرلیں جبکہ رضامند ہو جائیں آپس میں بھلائی کے ساتھ۔ البقرہ ۲۳۲)

یعنی مطلقہ عورتوں کو دوسرا نکاح کرنے کا کلی اختیار ہے چاہے وہ شرعی قوانین کی پابندی کے ساتھ اپنے سابق شوہر سے نکاح کرلیں یا کسی دوسرے شخص سے۔ پہلی صورت میں ولی کو حق اعتراض نہیں اور دوسری صورت میں پہلے شوہر کو اعتراض کا کوئی حق نہیں کہ جو عورت طلاق کے بعد بیوی نہیں رہی اس کے کسی معاملے میں مداخلت کا اب اختیار بھی ختم ہو چکا۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف

ترجمہ: اور جس کا بچہ ہے اسی کے ذمہ ہے کھانا ان ماؤں کا اور ان کا لباس مناسب طریقہ سے۔ (البقرہ ۲۳۳)

عورت جب ماں بنی تو شوہر کی مزید توجہ کی مستحق قرار دی گئی کہ اب وہ بچے کی خدمت کررہی ہے۔ بالخصوص یہ کہ وہ اسے دودھ پلا رہی ہے لہٰذا مرد اس کا خصوصی خیال رکھے۔ حتیٰ کہ بچے کے دودھ پلانے کے دوران یا بچے کی پیدائش سے قبل ہی طلاق کا حادثہ ہو گیا ہو تو بھی مرد ہی ذمہ دار ہو گا کہ جب تک عورت اس کے بچے کو دودھ پلا رہی ہے وہ اس کے اخراجات پورے کرے۔

وان اردتم ان تسترضعوا اولادكم فلا جناح عليكم اذا سلمتم ما اتيتم بالمعروف. (البقرہ ۲۳۳)

ترجمہ: اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو دودھ پلواؤ (کسی دوسری عورت سے) تو کوئی گناہ نہیں تم پر جب کہ تم ادا کردو مقررہ اجرت بھلائی کے ساتھ۔

بچوں کو کسی وجہ سے کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانے کی اجازت ہے۔ اس دودھ پلانے والی کو نوکرانی نہیں بلکہ رضائی ماں کا مرتبہ حاصل ہے۔ لہٰذا اس کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح کی اول تو اس کی مقرر اجرت، بلا تال مٹول کے بروقت ادا کی جائے۔ ثانیاً اس

کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔ جس کی نظیر نبی مکرم ﷺ نے عملی طور پر قائم کی کہ آپ ہمیشہ اپنی رضائی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ کا احترام کرتے رہے، ان سے محبت کا اظہار فرماتے رہے، انہیں ماں کہہ کر پکارتے، ہدایا وتحائف پیش کرتے جب کبھی تشریف لاتیں تو آپ ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے۔

فاذا بلغن اجلهن فلاجناح عليكم فيما فعلن فى انفسهن بالمعروف

ترجمہ: اور جب پہنچ جائیں (وہ عورتیں جن کے شوہروں کا انتقال ہو چکا ہے) اپنی مدت کو تو کوئی گناہ نہیں تم پر اس میں کہ جو وہ کریں اپنی ذات کے بارے میں مناسب طریقہ۔ (البقرہ ۲۳۴)

یہ ان عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا ذکر ہے جن کے شوہروں کا انتقال ہوگیا ہو، ایسی عورت کی مدت عدت چار ماہ دس دن ہے اور گروہ حاملہ ہو تو اس کی عدت کی مدت بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی ختم ہوجاتی ہے، چاہے بچہ ایک دن بعد ہی پیدا ہو جائے۔ ان عورتوں کو عدت پوری کر لینے کے بعد دوسرے نکاح کا مکمل اختیار ہے۔ کسی عزیز رشتہ دار کو اس پر اعتراض کا حق نہیں۔

علم الله انكم ستذكرونهن ولكن لا تواعدو هن سراً الا ان تقولوا قولاً معروفاً

ترجمہ: جانتا ہے اللہ کہ تم ضرور ان کا ذکر کرو گے البتہ نہ وعدہ لینا ان سے خفیہ طور پر بھی مگر یہ کہ ان سے شریعت کے مطابق کوئی بات کہی۔ (البقرہ ۲۳۵)

جس عورت کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہے اسی کے متعلق حکم بیان ہو رہا ہے کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ عدت پوری ہونے سے پہلے وہ اسے نکاح کا پیغام دے کہ یہ غمزدہ عورت کو شاید غم میں مبتلا کرنا ہے۔ صرف اشارتاً اچھے انداز میں اپنے دل کی بات اس عورت تک پہنچائی جا سکتی ہے۔

ومتعو هن على الموسع قدره وعلى المقتر قدره متاعاً بالمعرود حقا على المحسنين

ترجمہ: اور خرچہ دو انہیں صاحب وسعت پر اس کی حیثیت کے مطابق یہ خرچہ مناسب طریقہ پر ہونا چاہئے یہ فرض ہے نیکوں پر۔ (البقرہ ۲۳۶)

یہاں ان عورتوں کیساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جن کو اس طرح طلاق ہوئی کہ نکاح کے وقت مہر کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوئی تھی اور نکاح کے بعد مرد نے منکوحہ سے نہ صحبت کی اور نہ خلوت صحیحہ ہوئی یعنی تنہائی میں بھی دونوں جمع نہ ہوئے کہ یہ خیال کیا جا سکے کہ صحبت ہوگئی ہوگی۔ ایسی صورت میں جس مرد نے طلاق دے دی۔ اسے حکم دیا گیا کہ مطلقہ کو خالی ہاتھ نہ نکالنا۔ بلکہ اسے بطور تحفہ کچھ نہ کچھ ضرور دینا۔ اگر مرد دولت مند ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دے اور غریب ہے تو اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ لیکن دیا ضرور جائے کہ اچھے برتاؤ کا یہ تقاضا ہے۔

وللمطلقت متاع بالمعروف حقا على المتقين

ترجمہ: اور جن کو طلاق دے دی ہے ان کو خرچہ دینا چاہئے مناسب طور پر یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔ (البقرہ ۲۴۱)

طلاق کے بعد مدت پوری ہونے تک عورت کے تمام خراجات کا ذمہ دار شوہر کو قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ عدت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ مطلقہ عورت حاملہ تو نہیں گویا یہ عورت علیحدگی کے باوجود شوہر کے نسب کی حفاظت کر رہی ہے۔ لہٰذا انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ مرد ہی اس کا کفیل ہو۔

وعاشرو هن بالمعروف فان كرهتموهن فعسىٰ ان تكرهو شيأوّيجعل الله فيه خيراً كثيراً.

ترجمہ: اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے پھر اگر تم انھیں ناپسند کرو (تو صبر کرو) شاید تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ نے اسی میں (تمہارے لئے) خیر کثیر رکھ دی ہو۔ (النساء ۱۹)

عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کا عام حکم دیا جا رہا ہے۔ اس سے پہلے اہل ایمان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمہارے لئے ہرگز جائز

نہیں کہ عورتوں کو دیگر مال، جائیدادو غیرہ کی طرح بے بس اور مجبور سمجھ کر تم زبردستی ان کے بھی وارث بن بیٹھو تا کہ ان کے مال پر تمہارا قبضہ ہو سکے۔ عورت انسان ہے تمہاری طرح وہ اپنے جسم و جان کی خودمختار ہے۔ وہ اپنے مال میں بھی اپنی مرضی کے مطابق خود تصرف کر سکتی ہے۔ وہ ہرگز کسی کی وراثت میں نہیں آسکتی۔ پس تمہیں چاہئے کہ اس سے انسانوں جیسا برتاؤ کرو اگر وہ تمہاری بیوی ہے تو اس کے ساتھ نہایت خوشگوار زندگی بسر کرو۔ بیوی، لونڈی یا باندی کی طرح نہیں کہ بس وہ تمہاری خدمت گزاری کرتے رہے اور اگر ذرا بھی اس سے کوتاہی ہو تو تم اسے مارنے پیٹنے لگو یا گھر سے نکال دو، نہیں بلکہ تمہیں اس کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرتے رہنا چاہئے۔ رواداری اور درگزر کا برتاؤ کرنا چاہئے۔ اس کو اتنی محبت دینی چاہئے کہ وہ تمہاری اطاعت خوف یا تمہاری دولت کے لالچ میں نہ کرے بلکہ وہ تمہیں اپنا محبوب جان کر اپنا سب کچھ تم پر قربان کردے تمہارا رویہ اس کے ساتھ ایسا ہو کہ بس تم ہی اس کے دل و دماغ پر چھا جاؤ، وہ تمہارے علاوہ کسی کے متعلق اپنے دل و دماغ میں خیال تک نہ لائے۔ تم ہی اس کی آنکھوں کی ٹھنڈک بن جاؤ کہ اس کی نظر میں کوئی دوسرا نہ جچے۔ حتیٰ کہ عورت میں کوئی عیب، کوئی خرابی وغیرہ ہو تو مرد کو چاہئے کہ وہ اس سے درگزر کرے اور سوچ لے کہ اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے یہی عورت میرے لئے نہ جانے کتنی بھلائیوں کا سبب ہوگی۔

مرد کا کمال عورت کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے اسے اپنا بنا لینا ہے۔ عورت کو اپنا محکوم جاننا، اس پر اپنا ڈر غالب کر دینا کوئی کمال نہیں۔ وہ شوہر کامیاب ہے جس کی بیوی ہمہ وقت اس کا قرب چاہتی اور اسے اپنی نظروں سے اوجھل ہونا گوارا نہیں کرتی، اور وہ شوہر ناکام ہے جس کی بیوی پر اس کا وجود بار ہوتا ہو، حتیٰ کہ اگر شوہر گھر میں موجود ہو تو وہ انتظار کرے کہ کب یہ باہر جائے اور میں سکون کا سانس لوں۔ گویا مرد سے اس کا تعلق جبر کا ہے کہ وہ اس کے ساتھ رہنے پر مجبور ہے۔

فانکحو ھن باذن اھلھن و اٰتوھن اجورھن بالمعروف

ترجمہ: تو نکاح کرلو ان سے ان کے سرپرستوں کی اجازت سے اور ادا کرو ان کے مہر خوبی کے ساتھ۔ (النساء ۲۵)

یہ ارشاد ان عورتوں کے متعلق ہے جو باندی اور کنیز ہیں۔ اسلام نے ان کی بھی عزتِ نفس کا لحاظ رکھا کہ ان کے نکاح کے خواہاں مردوں کو ان کے مالک سے اجازت لینا پڑے گی۔ نیز ان کا بھی مہر ادا کرنا ہوگا اور خوشی کے ساتھ بھلائی کے ساتھ ادا کرنا ہوگا۔ یہ نہیں کہ کنیز سمجھ کر مہر ادا کرنے میں ٹال مٹول کی جائے اور انہیں پریشان کیا جائے۔

فاذا بلغن اجلھن فامسکو ھن بمعروف او فارقو ھن بمعروف (الطلاق ۲)

ترجمہ: تو جب تک وہ پہنچنے لگیں اپنی (عدت کی) میعاد کو تو روک لو انہیں بھلائی کے ساتھ یا جدا کردو انہیں بھلائی کے ساتھ۔

یہ ارشاد ان عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کے لئے ہے جنہیں شوہر نے کسی وجہ سے تین طلاقیں دے دی ہوں اور وہ اپنی عدت پوری کر رہی ہوں۔ عدت کا یہ دورانیہ شوہر کو غصہ ٹھنڈا کر لینے اور اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرنے کا موقع فراہم کرتا ہے۔ پس اگر عدت کے آخری دنوں میں کوئی اپنی بیوی کو رکھنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو شریعت اسے رجوع کی اجازت دیتی ہے۔ لیکن (معروف) کی قید کے ساتھ یعنی یہ کہ فیصلہ سوچ سمجھ کر کیا جائے کہ آئندہ اس عورت کے ساتھ اچھی زندگی بسر کرنا اور اس کو اچھی طرح رکھنا ہے اس لئے نہیں کہ اس کو صرف پریشان کرنا مقصود ہو، کہ جب اس کی آزادی اور چھٹکارے کا وقت قریب آیا تو دوبارہ اس کو اپنی قید میں لے لیا، اور حسبِ سابق اس پر ظلم و ستم ہونے لگا۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ اس کو جدا کر دیا جائے۔ لیکن اس جدائی کے فیصلے پر بھی 'معروف' کے ساتھ عمل ہو یعنی یہ نہیں کہ شوہر، بیوی یا دونوں کے خاندان میں جھگڑا ہو تو مقدمہ بازی ہو عداوت اور دشمنی ہو، بلکہ نہایت خوش اسلوبی سے اس معاملہ کو نمٹا دیا جائے۔ دونوں ایک دوسرے سے اس بندھن کے ٹوٹنے پر معذرت کریں اور مرد، عورت کو مہر کی رقم ادا کرے ممکن ہو تو مزید کوئی تحفہ دے اور گھر سے رخصت کردے۔

غور کیجئے کیا خوب ہے اسلام کی تعلیم کہ میل و محبت کے ماحول میں تو سب ہی اچھا برتاؤ کرتے ہیں یہ اسی دین رحمت کی خصوصیت ہے کہ اختلاف و جدائی کے موقع پر بھی اچھے برتاؤ کا درس دیا جا رہا ہے۔ اب سورۃ الطلاق ہی کی ایک آیت اور ملاحظہ ہو جو عورت پر اسلام کے احسان کی

واضح صورت پیش کر رہی ہے۔ارشاد ہوتا ہے۔

''انہیں ٹھہراؤ جہاں تم خود سکونت پذیر ہو اپنی حیثیت کے مطابق اور انہیں تکلیف نہ پہنچاؤ تا کہ تم انہیں تنگ کرو اور اگر وہ حاملہ ہوں تو ان پر خرچ کرتے رہو یہاں تک کہ وہ بچہ جنیں پھر اگر وہ (بچے کو) تمہاری خاطر دودھ پلائیں تو تم انہیں ان کی اجرت دے اور (اجرت کے متعلق) آپس میں بھلائی کے ساتھ مشورہ کر لو، اور اگر آپس میں طے نہ کر سکو تو اسے دوسری دودھ پلائے۔خرچ کرے وسعت والا اپنی وسعت کے مطابق اور وہ جس پر اس کا رزق تنگ کر دیا گیا ہے تو وہ خرچ کرے اس سے جو اللہ نے اسے دیا ہے اور اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اس قدر جتنا اس کو دیا ہے۔عنقریب اللہ تکلیف کے بعد فراخی دے گا۔(الطلاق ۶۔۷)

ان آیات میں بھی مطلقہ عورت کے متعلق ہدایات ہیں۔کیونکہ عام طور پر طلاق ہی کی صورت میں عورت کی حق تلفی زیادہ ہوتی ہے کہ مرد طلاق دے کر فوراً دستبردار ہوتا ہے اور یہ خیال کر لیتا ہے کہ اب اس عورت سے میرا کیا تعلق رہا۔حالانکہ یہ بات بالکل واضح ہے کہ عورت کی جب تک عدت پوری نہیں ہو جاتی وہ آزاد نہیں ہو پاتی۔عدت کے دوران کسی وقت بھی مرد اس سے رجوع کر سکتا ہے۔نیز عورت مرد کے حق کی حفاظت کے لئے عدت کے دن پورے کرنے کی پابند ہوتی ہے کہ اگر حمل نہیں بھی ہے تو عدت کے دن پورے کر کے حمل نہ ہونے کا یقین کر لیا جائے اور اگر حمل ہے تو بچے کو جنم دیا جائے دونوں صورتوں میں ظاہری علیحدگی کے باوجود مرد کا حق ادا کرنے کی پابند ہے تو مرد اس سے کس طرح یک لخت دستبردار ہو سکتا ہے۔لہٰذا مرد پر طلاق دینے کے باوجود بھی عورت کا یہ حق ہے کہ وہ حسب سابق اس کی رہائش کا انتظام کرے، چاہے اسی گھر میں پردے کے انتظام کے ساتھ یا کسی دوسرے گھر میں نیز حمل کی صورت میں بچہ پیدا ہو جانے تک کھانے وغیرہ کی ذمہ داری بھی مرد پر ہی ہے۔اس ذمہ داری کو پورا کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے مرد کو تنبیہ بھی کی جا رہی ہے کہ اس حالت میں عورت کے ساتھ ایسا رویہ ہرگز نہ اختیار کیا جائے کہ وہ گھر چھوڑنے اور اپنے حقوق سے دستبردار ہونے پر مجبور ہو جائے اور جب بچہ پیدا ہو جائے تو دودھ پلانے کی عورت کو اجرت دی جائے، باہمی مشورے سے یہ اجرت طے ہو اور اسے بلا کسی ٹال مٹول کے پابندی سے ادا کیا جائے۔یہ اجرت مرد کی استطاعت کے مطابق ہونی چاہئے کہ اگر وہ دولت مند ہے تو اس معیار کے مطابق ادا کرے اور اگر غریب ہے تو جو کچھ دے سکتا ہے دے۔

عورت حقیر نہیں: ان تمام قرآنی آیات پر غور کیجئے اور حقیقت کو تسلیم کیجئے کہ اسلام نے عورت کو بمقابلہ مرد کسی صورت میں مجبور یا حقیر قرار نہیں دیا، بلکہ اس کے برعکس اسلام نے عورت کا مقام جس قدر بلند کیا ہے اس کی نذیر کسی مذہب یا کسی سوسائٹی میں نہیں پائی جاتی۔اسلام عورت کو کمزور لیکن با اختیار قرار دیتا ہے اور مرد کو اس کے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔جس کے عوض عورت کو مرد کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیتا ہے نیز مرد اور عورت کی ذمہ داریوں کا تعین کرتا ہے۔جنہیں عورت اپنے گھر کی چار دیواری میں رہ کر سکون کے ساتھ پورا کر سکتی ہے۔جبکہ مرد نہایت محنت و مشقت اور تگ و دو کے بعد اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو پاتا ہے۔حتیٰ کہ اس مقصد کے لئے اسے کبھی تو دنیا جہاں کی خاک چھاننا پڑتی ہے۔

لیکن گھر کی چار دیواری میں محبوس عورت اور محنت و مشقت کرنے والے مرد کی زندگی نہایت ہی پر سکون ہوتی ہے۔ان کے گھر میں نہ تو مار پیٹ ہوتی ہے نہ وہ ایک دوسرے کو شک و شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔باہمی اعتماد ہوتا ہے جو زندگی کو پر لطف بناتا ہے ان کے ہاتھوں میں چاہے بظاہر دولت کا ڈھیر نظر نہ آئے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں، نعمتوں اور برکت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ان سے پیدا ہونے والے بچے حسن و حسین کے روپ میں نظر آتے ہیں۔صلاح الدین ایوبی اور خالد بن ولید، قاسم و طارق جیسے کردار کے مالک ہوتے ہیں۔وہ پوری قوم کے نجات دہندہ بنتے ہیں، وہ امن کا علم بلند کرتے ہیں، خود سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں اور دوسروں کو سکون سے رہنا سکھاتے ہیں، کاش ہم اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر اس کی برکتوں سے بہرہ مند ہو سکیں۔اے اللہ ہمارے مردوں اور عورتوں کو اسلامی زندگی نصیب فرما (آمین)

صوفیاء کرام............ترحم وغمخواری

حافظ محمد سعد اللہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت ابراہیم ادھم کا درویشوں کی خاطر سردی میں ٹھٹھرنا: حضرت ابراہیم بن ادھم (متوفی 116ھ) ایک رات ایک غیر آباد مسجد میں گئے جس کے کواڑ نہ تھے۔ دیکھا کہ تین درویش سو رہے ہیں۔ سردی نہایت سخت تھی۔ آپ کو ان کی بڑی فکر ہوئی اور اتنی فکر ہوئی کہ وہ درویش نہیں گویا آپ خود سردی میں ٹھٹھر رہے ہیں۔ آپکے جسم پر تن ڈھانپنے اور ستر چھپانے علاوہ کوئی کپڑا نہیں تھا۔ ایک وقت تھا جب ایک جوڑا نہیں بیسیوں قیمتی اور اعلیٰ قسم کے جوڑے زیب تن کرتے تھے۔ مخمل کی رضائیاں اور بستر تھے۔ کمرے کو گرم رکھنے کے لئے انگیٹھیوں کا انتظام تھا۔ مگر اب یہ اللہ کا بندہ دنیا اور حکومت و اقتدار چھوڑ کر راہِ فقر اختیار کر چکا تھا اور اس فقر و درویشی اور خانہ بدوشی میں جو اسے لطف و سرور، قلبی لذت اور راحت و سکون ملا تھا، اس کے مقابلے میں ہفت اقلیم کی بادشاہی بھی ہیچ تھی۔ بہر کیف درویشوں کو سردی سے بچانے کا کوئی اور انتظام تو اس وقت نہ کر سکے، البتہ ایک عجیب ترکیب کے ذریعے انہیں سردی سے بچانے کا اہتمام کیا۔ وہ اس طرح کی اپنے جسم اور وجود ہی کو سردی سے بچاؤ کے لئے ڈھال بنایا۔ خود دروازے میں ہاتھ پھیلا کر ساری رات کھڑے رہے تاکہ ٹھنڈی ہوا اندر نہ جائے۔ درویش صبح کے وقت جاگے تو حضرت کو اس طرح کھڑے دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا، حضور! آپ نے اس سخت سردی میں کیوں تکلیف فرمائی اور ایسا کیوں کیا؟ فرمایا 'سرد ہوا چل رہی تھی۔ اب تم لوگوں کو سردی سے بچانے کا کوئی اور انتظام تو میں نہ کر سکتا تھا۔ البتہ میرے بس میں یہ تھا کہ خود کو کواڑ کی جگہ کھڑا رکھوں شاید اس طرح تمہیں کچھ سکون ہو اور سردی کی شدت میں کچھ کمی واقع ہو۔ (کسی مسلمان بھائی کی معمولی خدمت اور راحت رسانی ہزاروں نوافل سے بہتر ہے۔ (مخزن اخلاق ۴۲۵)

حضرت ابراہیم بن ادھم اور درویشوں کی غمخواری: عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ صوفیاء کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ وہ عام لوگوں پر مہربانی اور شفقت کرتے ہیں، پھر حضرت ابراہیم ادھم بن ادھم بلخی (متوفی ۱۱۶ھ) کا یہ واقعہ لکھا ہے کہ آپ (بلخ کی حکومت کو خیر باد کہنے کے بعد) کھیتی باڑی کا کام کرتے تھے اور اس سے جو آمدن ہوتی وہ اپنے ساتھیوں (خانقاہ میں مقیم لوگوں) کو کھلاتے تھے۔ آپ کے یہ ساتھی دن بھر روزہ رکھتے اور رات کو آپ کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ بعض اوقات یوں ہوتا کہ آپ اپنے کھیت سے دیر سے بھی جاتے۔ ایک دن آپ کو دیر ہونے پر درویشوں نے سوچا کہ کیوں نہ آج آپ کے آنے سے پہلے کھانا کھا لیا جائے تاکہ حضرت آئندہ جلدی تشریف لایا کریں۔ درویشوں نے کھانا تیار کیا اور حضرت کی آمد سے پہلے پہلے کھانا کھا کر سو گئے۔ آپ رات کو پہنچے تو درویشوں کو سوتے دیکھ کر سوچا شاید یہ بیچارے بھوکے سو گئے ہوں گے۔ چنانچہ آٹا گوندھا اور روٹیاں پکانا شروع کر دیں۔ اتنے میں وہ لوگ بھی جاگ گئے تو دیکھا کہ آپ رخساروں کو زمین پر رکھے آگ میں پھونک مار رہے ہیں۔ انہوں نے اصل صورت حال بتائی تو فرمایا میں نے سوچا کہ شاید تم لوگ بھوکے سو گئے ہو۔ وہ لوگ دل ہی دل میں شرمندہ ہوئے اور کہنے لگے دیکھو ہم نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا اور آپ ہمارے ساتھ کیسا شفقت آمیز اور کتنا احساس بھرا رویہ برت رہے ہیں۔ (عوارف المعارف ۴۴۰۔ رسالہ قشیریہ اردو ۴۵۲)

حضرت معروف کرخی اور ایک یتیم کی فکر: عید کا دن تھا۔ مرد عورتیں بچے جوان بڑے چھوٹے سب اپنے اس دینی تہوار کی آمد پر خوش

تھے۔سب نے حسب المقدور عمدہ سے عمدہ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔سب ایک دوسرے کے گلے مل رہے تھے اور ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ اس خوشی کے دن بھی مغموم نظر آ رہا تھا اور بڑا متفکر تھا۔

حضرت سری سقطی (متوفی ۲۵۷ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ عید کے دن بھی حضرت معروف کرخی (متوفی ۲۰۱ھ) کھجوریں چن رہے ہیں۔میں نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ سامنے والا یتیم بچہ اس لئے اداس ہے کہ تمام بچے نئے لباس میں ملبوس ہیں اور اس کے پاس کپڑے تک نہیں۔میں چاہتا ہوں کی یہ یتیم بچہ بھی عید کی خوشی منائے۔اس لئے میں کھجوریں چن کر فروخت کرنا چاہتا ہوں تا کہ اس کے لئے کپڑے فراہم کر سکوں۔حضرت سری سقطی نے عرض کیا کہ یہ کام تو میں بھی انجام دے سکتا ہوں۔آپ کیوں رحمت فرماتے ہیں۔چنانچہ میں بچے کو ہمراہ لے کر آیا اور اس کو نیا لباس پہنا دیا اور اس کے صلہ میں جو نور مجھ کو عطا کیا گیا، اس سے میری حالت بدل گئی۔ (شیخ عطار، تذکرۃ الاولیاء اردو ۱۵۹)

خواجہ فضیل بن عیاض اور خلق خدا کی فکر: خواجہ فریدالدین عطار نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون الرشید، اپنے ایک وزیر فضل کے ہمراہ خواجہ فضیل بن عیاض (متوفی ۱۸۷ھ) کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ وزیر نے جواب دیا، امیر المومنین۔خواجہ فضیل نے فرمایا 'امیر المومنین کو مجھ کیا کام ہے اور مجھے ان سے کیا واسطہ'۔وزیر نے کہا 'بادشاہ کی اطاعت واجب ہے'۔فرمایا مجھے حیران نہ کرو۔وزیر نے کہا 'اندر آنے کی اجازت دو، ورنہ ہم حکماً اندر آ جائیں گے۔' فرمایا 'اجازت تو نہیں دیتا، حکماً اندر آ سکتے ہو'۔چنانچہ وزیر اور خلیفہ اندر آ گئے۔خواجہ فضیل نے چراغ گل کر دیا تا کہ ہارون الرشید کو نہ دیکھ سکیں۔اسی اثناء میں ہارون الرشید کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو گیا۔فرمایا کیسا نرم ہاتھ ہے۔کاش یہ دوزخ کی آگ سے بچ جائے۔خلیفہ نے درخواست کی کچھ ہدایت فرمایئے۔جواب دیا 'تیرا باپ حضور ﷺ کا چچا تھا۔حضور ﷺ سے اس نے درخواست کی تھی کہ مجھے کسی صوبے کا حاکم بنادو، تو آپ ﷺ نے فرمایا یا عم بک نفسک اے چچا! تجھے تیرے نفس کا امیر کیا۔ہارون الرشید بولا کچھ اور فرمایئے۔فرمایا یہ ملک تیرا گھر ہے اور خلقت تیری اولاد۔ماں باپ کے ساتھ نرمی، بہن بھائیوں پر مہربانی، بچے بچیوں سے نیک سلوک کر اگر کوئی مفلس بڑھیا رات کو بھوکی سوجائے گی تو قیامت کے دن وہ بھی تیری دامن گیر ہوگی، تیرے ساتھ جھگڑے گی۔(تاریخ المشائخ چشت ۷۵،۷۶)

حضرت بشر حافی کی فقراء کے ساتھ غمخواری: صوفیاء میں خلق خدا کی ہمدردی اور غمخواری کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔انہیں اپنی اتنی فکر نہیں ہوتی جتنی بندگان خدا کی ہوتی ہے۔ان کی غمخواری اور دکھ درد بانٹنے کے طریقے بھی بڑے عجیب ہوتے ہیں۔حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۲۲۷ھ) وہ بلند پایہ صوفی اور مقبول بارگاہِ الٰہی ہیں کہ ان کی زندگی میں مویشی بھی بغداد کی گلیوں میں لید نہیں کرتے تھے کہ مبادا بشر حافی کے ننگے پاؤں خراب نہ ہو جائیں۔انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کی عزت کی تھی اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات کو حیوانات کے لئے بھی معزز بنا دیا۔ان کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے ایک دن جبکہ سخت سردی پڑ رہی تھی، کپڑے اتار دیئے اور خود ٹھٹھر رہے تھے۔ہم نے ان سے پوچھا، اے ابونصر کیا بات ہے۔فرمایا 'مجھے فقیر یاد آ گئے تھے کہ ان کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، اور ان کی غمخواری کے لئے میرے پاس بھی کچھ نہ تھا، لہٰذا میں نے یہی پسند کیا کہ اپنی ذات کے ساتھ ان سے غمخواری کروں۔(کتاب اللمع فی التصوف از ابو سراج طوسی ۳۰۱)

حضرت سری سقطی کی کمال شفقت: خطیب بغدادی نے اپنی سند سے روایت بیان کرتے ہوئے حضرت سری سقطی کی انسانی ہمدردی اور خیر خواہی کا علان خیاط نامی راوی کی زبانی یہ چشم دید واقعہ لکھا ہے

''میں (علان) ایک دن حضرت سری سقطی کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک خاتون آئی اور کہا 'اے ابوالحسن! (یہ سری سقطی کی کنیت ہے) میں آپ کے پڑوس میں رہتی ہوں۔مسئلہ یہ ہے کہ گذشتہ رات بادشاہ کے آدمی میرے بیٹے کو پکڑ کر لے گئے ہیں۔مجھے خدشہ ہے کہ وہ اسے تکلیف نہ پہنچائیں۔لہٰذا آپ مناسب سمجھیں تو میرے ساتھ چلیں ورنہ ان لوگوں کو بلا کر میرے بیٹے کو واگزار کرا دیں۔علان کہتے ہیں کہ میں توقع کر رہا تھا کہ آپ ان لوگوں کو بلا بھیجیں گے مگر آپ اٹھے اور نماز نفل کی نیت باندھ لی اور بڑا لمبا قیام اور لمبا رکوع و سجود کیا۔اس عورت نے کہا، اے ابوالحسن میرے

بیٹے کے معاملے میں اللہ سے ڈریئے۔ مجھے ڈر ہے کہ بادشاہ کہیں میرے بیٹے کو تکلیف نہ پہنچائے۔ آپ نے سلام پھیرا اور عورت سے کہا' اللہ کی بندی! تمہارے ہی کام میں لگا ہوا ہوں (یعنی دعا کر رہا ہوں) علان کہتے ہیں اسی دوران ایک دوسری عورت آ گئی اور اس نے پہلی عورت سے کہا' آؤ چلو تمہارے بیٹے کو بادشاہ کے آدمیوں نے چھوڑ دیا ہے۔

سبحان اللہ کیا حسنِ اخلاق اور ہمدردی و خیر خواہی کا جذبہ ہے، یہ نہ فرمایا کہ اچھا تمہارا کام کروں گا بلکہ فوراً ساری مصروفیات چھوڑ کر اس ذات گرامی کی طرف رجوع کیا جو'مقلب القلوب والانصار' ہے۔ رب کریم کی لجپال ذات اپنے بندے کی پر خلوص دعا کو کیسے رد فرماتی۔ دعا گویا سیدھی عرش معلیٰ پہنچی اور عرش عظیم کے مالک نے دعا کے نتیجے میں بادشاہ کو بیچاری خاتون کے بیٹے کو رہا کرنے پر مائل فرمادیا۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو بادشاہ کے پاس جانے کی زحمت سے محفوظ رکھا اور خاتون کا بیٹا بھی رہا کرا دیا۔

خواجہ فریدالدین گنج شکر اور ملاقاتیوں کا احساس: دہلی کی آمد اور حضرت شیخ فریدالدین گنج شکر کی جانشینی کا تیسرا روز تھا کہ ہانسی سے آپ کا ایک آشنائے قدیم و معتقد سرہنگا نامی آپ کے اشتیاق میں دہلی آیا۔ خادموں نے اندر جانے نہیں دیا۔ معتقدین و خدام کے ہجوم سے اس درویش کو ملاقات میسر نہ آئی۔ سرہنگا حضرت کے قدموں میں گر گیا، اور رو کر کہا کہ جب تک آپ ہانسی میں تھے، آسانی اور بے تکلفی سے مل لیا کرتا تھا۔ اب یہاں ہم جیسے غریبوں کا کام نہیں شیخ کے دل پر چوٹ لگی اور سمجھے کہ تنبیہ غیبی ہے۔ دہلی میں سکوم اور عوام وفقراء سے ملنے کا موقع نہیں۔ اپنی مزید تکمیل و ترقی مطلوب تھی، آپ نے اسی وقت اپنے دوستوں سے کہا کہ میں ہانسی جاؤں گا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ شیخ قطب الدین نے تو آپ کو اس جگہ بٹھایا ہے آپ کہاں جاتے ہیں؟ فرمایا کہ" پیر نے اپنی امانت سپرد کر دی ہے۔ شہر میں رہوں یا بیابان میں وہ ساتھ ہے۔ (سیر الاولیاء ۲۷۔ تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم ۳۸)

باوا فریدالدین گنج شکر اور چند درویش: بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ بے حد حلیم الطبع تھے۔ فوائد الفواد میں ہے کہ ایک مرتبہ پانچ درویش جو نہایت درشت مزاج اور سخت تھے ان درویشوں نے نہایت کرخت اور ناگوار لہجے میں کہا کہ ہم اتنی جگہ گئے لیکن ہمیں آج تک کوئی درویش نہ ملا۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے، حضرت بابا فرید نے انہیں فرمایا، بیٹھو تا کہ میں تم کو درویش دکھاؤں۔ لیکن وہ نہایت ناگواری کے ساتھ روانہ ہونے لگے۔ آپ نے فرمایا، خیر اگر تم جاتے ہی ہو تو بیابان کی راہ مت جاؤ کوئی دوسرا راستہ اختیار کرو۔ لیکن وہ نہ مانے اور بیابان کی راہ سے روانہ ہوئے۔ آپ نے ان کے پیچھے آدمی دوڑایا تا کہ وہ دیکھے کہ درویش کس راستے سے جا رہے ہیں۔ وہ آدمی خبر لایا کہ درویش بیابان کی راہ سے روانہ ہو چکے ہیں۔ حضرت بابا فرید نے یہ سنا تو تو اسطرح رونے لگے جیسے کوئی ماتم کرتا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ بادِ سموم چلی ان میں سے چار درویش بادِ سموم سے ہلاک ہو گئے۔ صرف ایک درویش باقی بچا جس نے کنوئیں کے پاس پہنچ کر اس قدر پانی پیا کہ ہلاک ہو گیا۔ (تذکرہ صوفیائے پنجاب مولفہ مولانا اعجاز الحق قدوسی ۴۶۲)

خواجہ نظام الدین اولیاء اور خلق خدا کا غم: یہ اہل قلوب غم دنیا سے فارغ البال لیکن دنیا والوں کے غم اور خلق خدا کی فکروں سے نڈھال اور خستہ حال رہتے ہیں۔ وہ اپنا غم بھلا دیتے ہیں اور ساری دنیا کا غم اپنا غم بنا لیتے ہیں۔ یہ کہنے کا حق درحقیقت انہی کو ہے کہ

سارے جہان کا درد ہمارے جگر میں ہے

خواجہ نصیرالدین چراغ دہلی کے نواسے خواجہ شرف الدین سے کسی مجلس میں کسی صوفی نے کہا کہ خواجہ نظام الدین عجب فارغ البال بزرگ ہیں۔ مجرد ہیں، اہل و عیال و اطفال کا کوئی تردد ان کو نہیں ہے۔ ان کو ایسا فراغ خاطر حاصل ہے کہ ایک ذرہ غم بھی ان کو چھو نہیں گیا ہے۔ وہ عزیز اس مجلس سے اٹھے تو خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چاہتے تھے کہ خود اس کا ذکر کریں۔ لیکن حضرت خواجہ نے خود ہی ارشاد فرمایا:

" میاں شرف الدین وہ رنج و غم جو میرے دل کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے، شاید ہی کسی دوسرے شخص کو اس سے زیادہ ہوتا ہو۔ جو شخص میرے

پاس آتا ہے اپنا حال مجھ سے بیان کرتا ہے، اس سے دوچند فکروتردد اور غم والم مجھے ہوتا ہے، بڑا سنگدل ہے وہ شخص جس پر اپنے دینی بھائی کا غم اثر نہ کرے اس کے علاوہ یہ جو کہا گیا ہے مخلصین کو بڑا خطرہ درپیش رہتا ہے۔

حضرت خواجہ کے نزدیک مسلمانوں کا دل خوش کرنا اور ان کی دلجوئی وراحت رسانی افضل ترین عمل اور تقرب الی اللہ کا بہترین ذریعہ تھا۔ سیر الاولیاء میں ہے کہ فرمایا مجھے خواب میں ایک کتاب دی گئی اس میں لکھا تھا کہ جہاں تک ہو سکے دلوں کو راحت پہنچاؤ کہ مومن کا دل اسرار ربوبیت کا مقام ہے۔ کسی بزرگ نے کیا خوب کہا ہے

می کوش کہ راحت بجائے برسد

یادست شکستہ بنائے برسد

''کوشش کرو کہ کسی انسانی جان کو تم سے آرام پہنچے یا جو دست شکستہ ہے اس کو تمہارے ذریعے روٹی ملے''

قیامت کے بازار میں کسی سودے کی اتنی قیمت اور چلن نہ ہوگا جتنا دل کا خیال رکھنے اور دل خوش کرنے کا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت حصہ سوم ۱۰۹، ۱۱۱)

خواجہ نظام الدین اولیاء اور ہمدردیٔ انسانیت: ایک جماعت حضرت خواجہ کے پاس .... اللہ آپ کا ذکر بھلائی سے کرے بیٹھی ہوئی تھی۔ ان میں بعض کے لئے سائے میں جگہ نہیں تھی، اس لئے وہ دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے سائے میں بیٹھے ہوؤں سے کہا کہ تم لوگ کچھ سمٹ کے بیٹھ جاؤ تا کہ دھوپ میں بیٹھے ہوؤں کو جگہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو دھوپ میں بیٹھے ہیں میں انہیں دیکھ کو جل رہا ہوں۔ اس مناسبت سے آپ نے یہ حکایت بیان فرمائی۔ بدایوں میں ایک بزرگ تھے جنہیں شیخ شاہی موئے تاب کہتے تھے رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ ان کے احباب انہیں سیر وتفریح کے لئے باہر لے گئے اور وہاں کھیر پکائی، جب کھانا سامنے آیا تو خواجہ شاہی موئے تاب نے کہا اس کھانے میں خیانت نے راہ پائی ہے۔ بات یہ ہوئی کہ قبل اس کے کہ دودھ احباب کے سامنے لایا جاتا، ان میں سے دو اشخاص نے دودھ پی لیا ہے۔ اور درویشوں کے ہاں یہ بہت بڑی غلطی ہوتی ہے۔ الغرض یاروں سے جب خواجہ شاہی نے پوچھا یہ کیسے ہوا کہ احباب کے سامنے لائے جانے سے قبل کسی شخص نے اس میں سے دودھ پی لیا ہے۔ یاروں نے انہیں بتایا کہ دودھ کی دیگ آگ پر رکھی ہوئی تھی۔ دودھ میں ابال آیا تو وہ باہر گرنے لگا۔ ہم نے وہ دودھ جو باہر گر رہا تھا، لے لیا۔ اب ہم اس کا کیا کرتے کیا اسے گرنے دیتے ہم نے اسے پی لیا۔ خواجہ شاہی نے کہا اس دودھ کا پینا غلطی تھی۔ اس کو گرنے دیا ہوتا۔ غرض احباب کا عذر قبول نہ ہوا اور وہ بارگاہ میں حاضر ہو گئے۔

دھوپ نکلی ہوئی تھی، سب لوگ دھوپ میں کھڑے تھے۔ چنانچہ ان کے پسینے چھوٹنے لگے۔ اس حالت میں خواجہ شاہی نے فرمایا کہ حجام کو بلاؤ۔ احباب نے کہا، آپ کیا کریں گے۔ انہوں نے کہا جس قدر میرے دوستوں کا خون پسینے کی شکل میں بہا ہے، میں حجام سے کہوں گا کہ وہ میرا اتنا خون نکالے۔ حضرت خواجہ .... اللہ تعالیٰ آپ کا ذکر بھلائی کے ساتھ کرے۔ یہ بات بیان کرتے ہوئے جب ان الفاظ پر پہنچے تو فرمانے لگے، ایسی محبت پر آفرین اور ایسی انصاف پسندی پر شاباش۔ (فوائد الفواد ۲۰۵)

خواجہ نظام الدین اولیاء اور مسکینوں کی فکر: حضرت خواجہ محبوب الٰہی نے ایک عورت کو دیکھا کہ دریائے جمنا کے کنارے ایک کنویں سے پانی بھر کر لے جا رہی ہے۔ آپ نے اس سے کہا تو دریا کو چھوڑ کر کنویں کا پانی کیوں پیتی ہے؟ اس نے کہا میرا شوہر غریب آدمی ہے، ہمارا گھر کا خرچ مشکل سے چلتا ہے۔ جمنا کا پانی بھوک زیادہ لگاتا ہے اسلئے ہم کنویں کا پانی پیتے ہیں۔ حضرت یہ سن کر رونے لگے اور خانقاہ میں آکر اپنے خدام سے کہا غیاث پور میں ایک عورت ہے جو جمنا کا پانی نہیں پیتی کیونکہ اس سے بھوک زیادہ لگتی ہے۔ تم جا کر اس سے پوچھو اس کے ماہانہ خرچ میں کتنا خسارہ رہتا ہے۔ اتنا خرچ ہر مہینے اسے ہمارے خانقاہ سے دیا کرو اور اس سے کہو جمنا کا پانی پئے۔

ایک بار غیاث پور میں آگ لگ گئی۔ گرمی کا موسم تھا آپ چلچلاتی دھوپ میں اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہوئے آگ لگنے کا منظر اس

وقت تک دیکھتے رہے جب تک وہ بجھ نہ گئی۔ پھر خواجہ اقبال کو بلایا اور فرمایا کہ جا کر گھروں کی گنتی کرو کہ کتنے آگ سے متاثر ہوئے ہیں اور ہر گھر والے کو چاندی کے دو تنکے، دو روٹیاں اور ایک صراحی ٹھنڈے پانی کی پہنچاؤ۔ بستی کے لوگ اس وقت بہت ہی پریشان اور مضطر تھے۔ جب خواجہ اقبال کھانے کا خوان اور پانی کی صراحی اور چاندی کے تنکے لے کر ہر ایک گھر پہنچے تو لوگ خوشی سے آبدیدہ ہو گئے۔ دو تنکے اس زمانے میں اتنی قیمت رکھتے تھے کہ اس سے کئی چھپر ڈلوائے جا سکتے تھے۔ (جامع الکلم قلمی ۷۸۔)

خواجہ تونسوی اور صلح باخاص وعام: حضرت قبلہ شاہ سلیمان تونسوی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت قبلہ عالم خواجہ نور محمد مہاروی قدس سرہ کے زمانے میں درویشوں کے درمیان بہت محبت تھی اور نہایت اخلاق سے ایک دوسرے کے ساتھ پیش آتے تھے۔ میں ایک مسجد میں رہا کرتا تھا اور مسجد کے ایک گوشے میں پشمینہ کا ایک کمبل ڈالا ہوا تھا (اسی میں پڑا رہتا)۔ ایک دفعہ دو آدمی پشاور سے مالائیں فروخت کرنے کے واسطے آئے، انہوں نے بھی مسجد میں سکونت اختیار کی۔ رات کو سوتے وقت اگر وہ ہمارے کمبل میں سو جاتے تو ہم زمین پر سو جاتے۔

ہر کہ خلق از خلق او خوشنود نیست   ہیچ قدرش بر در معبود نیست

خوئی بد در تن بلائے جاں بود   مردم بدخونہ از انسان بود

(ترجمہ نافع السالکین ملفوظات خواجہ سلیمان رونسوی ۳۲۵)

ایک روز میں (مولف ملفوظات) حضرت قبلہ کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ ایک ہندو نے آ کر حضرت قبلہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی زیارت کا مجھے بہت ہی شوق تھا۔ حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں یہ بات داخل ہے کہ مسلمانوں اور ہندوؤں کے ساتھ صلح رکھی جائے اور پھر یہ بیت بطور شہادت پڑھا

حافظا گر وصل خواہی صلح کن با خاص وعام

با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام

(ترجمہ نافع السالکین ملفوظات خواجہ سلیمان رونسوی ۳۶۴)

حضرت خواجہ باقی باللہ اور قحط سالی: زبدۃ المقامات صفحہ ۲۷ میں حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت لکھا ہے

"آپ کی شفقت ورحم دلی کی یہ حالت تھی کہ ایک دفعہ شہر لاہور میں قحط سالی واقع ہوئی۔ اس زمانے میں شہر لاہور میں تشریف رکھتے تھے۔ کئی روز تک آپ نے کھانا نہیں کھایا، جب آپ کے سامنے کھانا لایا جاتا، فرماتے انصاف سے بعید ہے کہ کوئی بھوکا پیاسا گلی کوچوں میں جان دے اور ہم کھانا کھائیں۔ جس قدر کھانا ہوتا سب بھوکوں کے لئے بھجوا دیتے"۔ (شیخ محمد اکرم 'رودادِ کوثر' ۱۹۷۔)

سائیں توکل شاہ انبالوی اور ایک سائل: ایک شخص نے سائیں توکل شاہ انبالوی سے سوال کیا کہ میری دختر کے نکاح کے لئے کچھ مدد کیجئے، فرمایا کہ چھوہاروں پر نکاح کر دو۔ بیچارہ چلا گیا۔ جب وہ جا چکا تو خیال آیا افسوس سائل کو جھڑک دیا اور وہ خالی ہاتھ چلا گیا۔ درویشوں سے فرمایا کہ اس شخص کو ڈھونڈ کر لاؤ۔ خیال ایسا تھا کہ جس چیز یا شخص کو بلاتے جب تک نہ آتا چین نہ آتا تھا۔ ایک خادم شاہ آباد گیا کوئی کچہری کی طرف دوڑا، کسی نے جنگل کا رخ کیا، بڑی مشکل اور تلاش بسیار کے بعد خدام اس شخص کو ڈھونڈ لائے جب وہ آیا تو ایک معقول رقم عنایت فرمائی۔

حضرت (سائیں توکل شاہ) کو جانوروں پر بھی اس قدر رحم تھا کہ جو کچھ آپ نوش فرماتے اس میں سے چڑیوں کا حصہ بھی رکھوا دیا کرتے تھے۔ حتیٰ کی برف میں سے بھی پرندوں کا حصہ نکالتے۔ ایک دفعہ ایک درویش نے چڑیا کا حصہ کھا لیا۔ دراصل اس نے یہ سمجھا کہ یہ مجھے عنایت ہوا ہے۔ حضرت گھبرا گئے، اس نے معافی مانگی، فرمایا کہ تو نے چڑیا کا حصہ کھایا ہے، اس سے معاف کرا۔ پرایا حق کیوں کھایا؟ پھر اس درویش نے اپنے

حصے میں سے چڑیوں کو کھلایا۔

ایک دن ایک چڑیا پانی پی رہی تھی۔ حضرت وضو کرنے لگے تو وہ اڑ گئی۔ حضرت کو سخت رنج ہوا۔ فرمایا جب تک یہ چڑیا دوبارہ آ کر پانی نہ پی لے ہم وضو نہ کریں گے۔ چنانچہ جب اس چڑیا نے پانی پی لیا، تب آپ نے وضو کیا۔ (تذکرہ تو کلیہ مولفہ نور احمد نور ابنالہ ۱۷)

خواجہ قمر سیالوی اور مدینہ منورہ کا ایک فقیر گھرانا: شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے مدینہ منورہ میں اپنی حاضری کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جوانی میں میری صحت اچھی تھی، بھوک خوب لگتی تھی۔ مدینہ شریف حاضر تھا، بھوک لگی، شہر سے باہر ایک ہوٹل پر اپنے احباب حضرت مرولوی ثانی علیہ الرحمہ و دیگر احباب سمیت گیا۔ میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ اس کا پیٹ ننگا ہے اور پتھر باندھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ بھوکا ہوں۔ وہ بدوی تھا۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے قسم کھائی کہ جب تک اس کے سارے کنبے کو پیٹ بھر کر نہ کھلاؤں گا ایک لقمہ بھی نہ کھاؤں گا۔ میں نے ہوٹل والے سے کہا کتنا کھانا پکا سکتے ہو۔ اس نے کہا جتنا کہو۔ میں نے کہا کہ پکاؤ اس لڑکے نے ٹبہ پر چڑھ کر آواز دی کہ سب آ جاؤ۔ ایک آدمی ہم سب کو کھانا کھلائے گا۔ چنانچہ وہاں پر بے شمار لوگ اس قبیلہ کے جمع ہو گئے۔ ہوٹل والے نے بہت زیادہ کھانا تیار کر لیا۔ مرولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ کھانا ضرورت سے زیادہ تیار ہو گیا ہے۔

اللہ دادمرحوم اور حضرت مرولوی نے ان لوگوں کو کھانا کھلایا۔ حضرت مرولوی نے کہا کہ ہمارے اندازے میں کھانا ضروت سے زیادہ تھا مگر ہمارا اندازہ غلط اور آپ کا صحیح تھا۔ اس لڑکے نے جب خود کہا کہ ہمارے قبیلے کے جملہ لوگوں نے پیٹ بھر کر کھانا کھا لیا ہے تب ہم نے مل کر کھانا کھایا۔ فرمایا کہ پورے سفر میں اس سے اتنا لطف نہیں آیا جتنا ان بھوکوں کو کھانا کھلانے میں آیا۔ پھر فرمایا کہ تسخیر کے لئے وظائف پڑھے جاتے ہیں۔ حالانکہ بڑی تسخیر یہ ہے کہ حاجت مندوں کو کھانا کھلایا جائے۔ آپ نے صحیح ترمذی کی حدیث پڑھی:

اطعموا الطعام وافشوا السلام و اضربو الهام نور نوا الجنان۔

(ماہنامہ ضیائے حرم، شیخ الاسلانمبر ۵۷۔ ۱۹۸۱ء)

پیر جماعت علی شاہ اور رافت وشفقت عام: ماضی قریب کے متاخرین صوفیاء میں پیر جماعت علی شاہ صاحب محدث علی پوری کا نام عالمِ اسلام بالخصوص پاک و ہند میں محتاج تعارف نہیں۔ ان کا نام سن کر عقیدت و احترام میں آدمی کی گردن جھک جاتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ ان کی بے لوث خدمات کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ اپنے علم اور سیرت و اخلاق کے اعتبار سے متقدمین صوفیاء کا ایک نمونہ تھے۔ آپ کے پوتے صاحبزادہ سید اختر حسین شاہ اور پروفیسر محمد طاہر فاروقی کی ترتیب شدہ کتاب ''سیرت امیر ملت'' آپ کی سیرت وسوانح پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ خلق عظیم کے عنوان کے ماتحت مذکورہ کتاب میں ہے۔

> ''حضرت قبلہ عالم قدس سرہ العزیز از روئے توراث نیز موہبت ایزدی سے خلق عظیم کے رتبے پر فائز تھے۔ کافر بھی آپ کے اخلاق حسنہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جاتے تھے اور ہزاروں لاکھوں ڈانواں ڈول مسلمان آپ کی رفق و ملاطفت اور رافت و شفقت کے گرویدہ ہو کر صالح اور دیندار بن جاتے تھے۔ اگر کوئی بدبخت باز نہ آتا تو حضور عملی طور پر سختی فرماتے اور یہ سب اللہ رسول اور شریعت کی خاطر ہوتا۔ ذاتی طور پر آپ مجسم ورافت وشفقت تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت اپنی چھت پر کھڑی زور زور سے گالیاں بک رہی تھی۔ حضور نے فرمایا یہ کس کو برا بھلا کہہ رہی ہے۔ غور فرمایا تو معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی کی شان میں ہرزہ سرائی کر رہی تھی۔ ارشاد فرمایا 'دروازہ بند کر دو اللہ اس کو ہدایت دے''۔ اس وقت حضور کی خدمت میں بہت سے لوگ حاضر تھے، وہ سب کرم ورافت کے اس عظیم مظاہرے سے بے حد متاثر وحیراں ہوئے۔

......☆☆☆......

صبر کا ثواب

(ابوالفضل منور حسین عثمانی رضوی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یا یھا الذین اٰمنوا استعینوا بالصبر و الصلوٰۃ ان اللہ مع الصٰبرینo(البقرہ:۱۵۳)

ترجمہ: اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد چاہو بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

اسی سورہ میں دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اور ضرور ہم تمہیں آزمائیں گے کچھ ڈر اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے اور خوشخبری سناؤ ان صبر والوں کو کہ جب ان پر مصیبت پڑے تو کہیں ہم اللہ کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ یہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی درودیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ راہ پر ہیں (البقرہ ۱۵۵ تا ۱۵۷)

انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حسابo(الزمر:۱۰)

ترجمہ: صابروں ہی کو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا۔

احادیث مبارکہ: ''حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اس کے سارے ہی کام اس کے لئے باعثِ رحمت اور سبب خیر ہوتے ہیں اور یہ وصف کسی غیر مومن کو نصیب نہیں۔ دیکھو اگر اسے کوئی خوشی و مسرت نصیب ہوتی ہے تو اس پر شکر ادا کرتا ہے تو (یہ ادائیگی شکر) اس کے لئے اجر و ثواب و بھلائی ہوتی ہے اور اگر اسے کوئی صدمہ پہنچتا ہے تو اس پر صبر کرتا ہے تو یہ بھی اس کے لئے بھلائی ہوتی ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے: ترجمہ: حضور ﷺ کے محبوب اور محبوب کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں، ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ ﷺ کی ایک صاحبزادی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پیغام بھجوایا کہ میرے بیٹے کا عالمِ نزع ہے، آپ ذرا تشریف لے آیئے، جواب میں آپ ﷺ نے بعد سلام کہلوا بھیجا'' جو اللہ تعالیٰ نے لے لیا ہے وہ بھی اسی کا ہے اور جو عطا فرمائے وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کے ہاں ہر شے کی مدت مقرر ہے، اب تم صبر کرو اور اجر و ثواب حاصل کرو۔''

صاحبزادی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پھر پیغام بھیجا اور قسم دلا کر کہلوایا کہ آپ ضرور تشریف لائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ مجلس سے اٹھے اور آپ کے ہمراہ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت اور چند دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین بھی تشریف لے چلے (وہاں جا کر) بچہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا آپ ﷺ نے اسے گود میں بٹھا لیا۔ درآن حالیکہ اس کا سانس اکھڑ رہا تھا (اس کیفیت کو ملاحظہ فرما کر) آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے (آنسو دیکھ کر) حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا'' یارسول اللہ! آپ کی آنکھوں میں آنسو'' فرمایا'' ہاں یہ رقت قلب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں ودیعت فرمایا ہے''

ایک دوسری روایت میں یوں ہے'' اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہے یہ رحمت رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے رحم دل بندوں پر رحم فرماتا ہے''۔

صبر تو صدمہ کے اول وقت میں ہوتا ہے: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا ایسی عورت

کے پاس سے گزر ہوا، جو ایک قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا "صبر کر" کہنے لگی 'بس آپ اپنے کام سے کام رکھئے آپ کو وہ صدمہ نہیں جو مجھے پہنچا ہے'۔ وہ عورت آپ ﷺ کو پہچانتی نہیں تھی اسے بتایا گیا کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ وہ عورت (اظہار معذرت کے لئے) آپ ﷺ کے گھر آئی، وہاں اس نے کسی دربان کو نہ پایا۔ عرض کرنے لگی میں نے آپ کو پہچانا نہیں تھا۔ اس لئے ایسی سخت بات کہہ دی) آپ ﷺ نے فرمایا صبر تو صدمہ کے اول وقت ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم شریف)

ہر تکلیف پر ثواب ہے: حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے "حضور ﷺ نے فرمایا کہ کسی مسلمان کو تھکن، مرض، حزن و ملال، تکلیف و غم حتیٰ کہ کانٹے کی چبھن جیسی تکلیف نہیں پہنچتی مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس کے بدلہ میں معاف فرما دیتا ہے۔

تعریفوں کا محل: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی کا بیٹا فوت ہو جاتا ہے تو رب تعالیٰ روح قبض کرنے والے) فرشتوں کو فرماتا ہے، تم نے میرے بندے کے بیٹے کی روح قبض کر لی ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہاں۔ تم نے میرے بندے کے دل کا پھل توڑ ڈالا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں ہاں۔ تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ (اس غم کے موقع پر) میرا بندہ کیا کہتا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ (وہ بندہ) تیری تعریف کرتا ہے اور انا لله و انا اليه راجعون پڑھتا ہے۔ پس اللہ کریم فرماتا ہے۔ میرے (اس صابر) بندے کے لئے جنت میں محل بناؤ اور اس کا نام رکھو "تعریفوں کا محل"

صبر کرنے والوں کا مقام: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب میں اپنے بندوں میں سے کسی کی جان، اولاد یا اس کے مال میں مصیبت بھیجوں اور وہ صبرِ جمیل سے مصیبت کا سامنا کرے تو مجھے قیامت کے دن، اس کے اعمال کا وزن کرنے اور اس کا نامۂ اعمال کھولنے سے شرم آئے گی (یعنی مصیبت پر صبر کرنے کے سبب وہ حساب و کتاب سے بری قرار دیا جائے گا)

نبی اکرم ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کی وفات: حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ حضرت ابراہیم نزع کے عالم میں ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف آپ کے پاس موجود تھے حضور اکرم ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ہمراہ لے کر روانہ ہوئے اور حضرت ابراہیم کے سرہانے پہنچے اور ملاحظہ فرمایا کہ ابراہیم جانکنی میں ہیں تو حضور اکرم ﷺ نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا، پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، فرمایا "اے ابراہیم ہم تیری جدائی کے سبب غمگین ہیں، میری آنکھیں روتی ہیں اور دل جلتا ہے"، اس کے علاوہ کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہو۔ حضرت ابراہیم ستر (۷۰) دن کے تھے جیسا کہ ابوداؤد نے ذکر کیا ہے، کچھ اور بھی روایات ہیں۔ اتنی بات واضح ہے کہ ڈیڑھ سال سے زائد نہیں تھے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) آپ بھی روتے ہیں، آپ نے تو میت پر رونے سے منع فرمایا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا "اے عوف کے فرزند جس حالت کا تم نے مشاہدہ کیا ہے یہ میت پر رحمت و شفقت کا اظہار ہے جو کہ ایسی حالت کو دیکھ کر پیدا ہوتی ہے اور میں نے جو ممانعت فرمائی وہ دو آوازوں کی بنا پر ہے، ایک وہ آواز جو گانے، لہولعب اور شیطانی مزامیر سے ہو اور دوسری آواز جو مصیبت کے وقت اور میں منع کرتا ہوں منہ نوچنے، چہرہ پیٹنے، کپڑے پھاڑنے اور بین کرنے سے لیکن آنکھوں سے آنسو جاری رہنا، رحم و شفقت کی وجہ سے ہے اور جو رحم و شفقت نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں ہوگا۔

ایک روایت میں آیا ہے، جب رسول اللہ ﷺ کی چشمِ مبارک سے آنسو جاری ہوئے تو حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے رونا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے تو آپ کو بھی روتے ہوئے دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

البكاءُ من الرحمة و الصراح من الشيطان

ترجمہ: رونا آنسو بہانا) رحمت ہے اور چیخنا چلانا شیطانی عمل ہے (مدارج النبوت)

مکتوبِ نبوی بنام حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ: جب حضرت معاذ بن جبل کا بیٹا فوت ہوا تو حضور ﷺ نے ان کے نام خط بھیجا۔

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان اور رحم کرنے والا ہے (یہ خط) محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے معاذ بن جبل (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی طرف، تم پر سلامتی ہو، بے شک میں تمہاری طرف اس ذات کی حمد پیش کر رہا ہوں، جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں......امابعد!......اللہ تعالیٰ تمہیں عظیم اجر عطا فرمائے اور تمہیں صبر کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ شکر کی توفیق عطا فرمائے بے شک ہماری جانیں، مال اور اہل وعیال سب اللہ تعالیٰ کی مبارک عطا سے ہیں۔ ہمارے پاس ایک وقت تک عاریتاً بطورِ امانت ہیں، ایک وقت مقررہ تک اللہ تعالیٰ ان سے ہمیں نفع عطا فرماتا ہے اور پھر مقررہ وقت پر ان کو واپس لے لیتا ہے۔ جب وہ ہمیں عطا کرے تو ہم پر شکر کرنا فرض ہے اور اگر ہمیں آزمائش میں مبتلا کرے تو ہمیں صبر کرنا لازم ہے۔ تمہارا بیٹا بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک عطا تھی اور تمہارے پاس عاریتاً امانت تھی، اب تم سے وہ (واپس) لے کر تمہیں کثیر انعامات ورحمت اور ہدایات سے نوازنا چاہتا ہے۔ اگر تم اجر چاہتے ہو تو صبر کرو، جزع وفزع سے اجر کو ضائع نہ کرو، (اس فعل پر) تمہیں ندامت ہوگی۔ یہ یقینی طور پر جان لو کہ جزع وفزع کسی تقدیر کو ٹال نہیں سکتے اور نہ ہی کسی غم کو دور کر سکتے ہیں۔ جس نے واقع ہونا ہے وہ ہو کر رہے گی۔............والسلام (رواہ الحاکم۔مرقاۃ)

جیسے شب کی تاریکی میں ہو روزِ سحر پیدا ہوتا ہے صبر کا بھی ایسے ہی ثمر پیدا
دو نیم صدف ہو تو ملے گوہر یکتائی دل ہو جو شکستہ تو ہوتا ہے اثر پیدا

میت پر ماتم کرنا، پیٹنا حرام ہے: حدیث پاک میں ہے:

عن عبد الله بن مسعود رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله ﷺ لیس منا من ضرب الخدود و شق الجیوب ودعا بدعوی الجاهلیة (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا "وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے رخساروں پر ضرب لگائی، گریبان پھاڑے اور زمانہ جاہلیت کے الفاظ کو (بے صبری میں) استعمال کیا۔

حضرت وابو بردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہوگئے، آپ کی زوجہ اُمّ عبداللہ نے زور زور سے رونا شروع کر دیا۔ آپ کو جب افاقہ ہوا، آپ نے فرمایا "کیا تمہیں معلوم نہیں جو حدیث تمہیں بتا رہا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا" میں اس شخص سے بیزار ہوں جس نے (بے صبری میں) بال منڈوائے، بلند آواز سے رویا اور کپڑے پھاڑے۔

یہ چار رسمیں جاہلیت کی ہیں: حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں زمانہ جاہلیت کی چار رسمیں رہیں گیں، جن کو وہ نہیں چھوڑیں گے۔ حسب میں فخر کرنا (دوسروں کے نسب میں طعن کرنا، ستاروں سے بارش کا حساب لگانا اور نوحہ کرنا اور نوحہ (بین) کرنے والی اگر موت سے پہلے توبہ نہیں کرے گی تو قیامت کے دن اسے کھڑا کیا جائے گا اور اسے سیاہ رنگ کے تیل کی قمیض اور خارش زدہ کو پہنائی جانے والی کرتی پہنائی جائے گی۔ ان احادیث مبارکہ سے ائمہ کرام نے یہ نتیجہ حاصل کیا ہے۔ نوحہ کرنا حرام، میت کے کمالات گن گن کر با آواز بلند آہ و بکا کرنا حرام، رخسار پر طمانچے مارنا حرام، گریبان پھاڑنا حرام، بال بکھیرنا حرام، چہرہ کو سیاہ کرنا حرام، چہرہ پر مٹی ڈالنا یا خاکستر ملنا حرام، مصیبت کو برداشت نہ کرنے کی وجہ سے بال منڈانا یا بال اکھیڑنا حرام عام عادت کے خلاف مصیبت میں علیحدہ لباس پہننا حرام، غرضیکہ ہر وہ کام جو اس کی بے صبری پر دلالت کرے وہ حرام ہوگا۔ ہاں البتہ صبر کا دامن تھامے ہوئے تین دنوں تک سوگ منانا جائز ہے۔

تازیانہ عبرت کس کے لیے؟ فیصلہ کیجئے

ازقلم: ابواُسامہ علامہ ظفر القادری بکھروی (واہ کینٹ)

(قسط نمبر:1)

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم اما بعد!

حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی مدظلہ جو اہل علم حضرات میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔آپ نے تفضیلی شیعوں کے ردّ میں ایک نہایت ہی محققانہ اور لاجواب کتاب ''ضرب حیدری'' تصنیف فرمائی۔تفضیلیت کا مسئلہ آجکل کئی اہل علم اہل سنت حضرات میں بڑی تیزی کے ساتھ سرایت کرتا جارہا ہے لہذا اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے بہت ضروری تھا کہ ایک ایسی عالمانہ کتاب منظر عام پر لائی جائے جس سے اجماع اُمت کا عقیدہ واضح ہو۔اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور علمائے اہل سنت کی ایک کثیر تعداد نے اس کتاب کو بہت سراہا اور اس پر اپنی گراں قدر تصدیقات ثبت فرمائیں۔عالمی مبلغ اسلام امام المناظرین حضرت علامہ سعید احمد اسعد مدظلہ نے اسکو چوتھی بار اپنی زیرنگرانی شائع کیا اور اس پر تیس علماء اسلام کی تصدیقات حاصل کیں۔لیکن ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور مارچ 2010ء کے شمارہ میں اسکے ایڈیٹر مولانا خلیل الرحمٰن قادری صاحب نے اس کتاب مستطاب پر چند اعتراضات وارد کیے جن کے تفصیلی اور جامع جوابات ہم اس مقالہ میں اہل علم حضرات اور بالخصوص ایڈیٹر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' کی خدمت میں پیش کریں گے۔خلیل الرحمٰن صاحب کا موقف جمہور اہل سنت کا موَقف نہیں۔یہ عقیدہ تفضیلی شیعوں کا تو ہوسکتا ہے اہل سنت و جماعت کا نہیں۔ہاں قادری صاحب کو اہل سنت میں کوئی ایک آدھ آدمی ایسا مل سکتا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو جو قادری صاحب کا ہے مگر جمہور اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

ان الله لا يجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالة ويدالله علی الجماعة ومن شَذَّ شُذَّ الی النار۔

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمت کو (یا فرمایا) اُمت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا۔جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست حفاظت ہے۔جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں داخل ہوا۔(جامع ترمذی مترجم ۲/۳۳ باب لزوم الجماعۃ)

جو آدمی جماعت سے علیحدہ ہوا جمہور سے کٹ گیا وہ گمراہ ہوا تاریخ اسلام میں بہت سارے اہل علم ایسے گزرے ہیں کہ صرف اپنے علم پر بھروسہ کر بیٹھے اور تفردات کا شکار ہوگئے۔تو وہ گمراہی میں چلے گئے۔سردست ابن تیمیہ حرانی کا حوالہ کافی ہے۔قادری صاحب نے بھی تفردات کا شکار ہونے والے لوگوں کا راستہ اپنانے کی کوشش کی ہے۔ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت انھیں شرح صدر کے ساتھ جمہور کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے۔اب اصل مسئلہ کی طرف توجہ فرمائیے۔

قادری صاحب لکھتے ہیں! ''باب مدینۃ العلم'' (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت)

سوئے حجاز صفحہ نمبر ۳۹ مارچ ۲۰۱۰ء اسکے بعد صفحہ ۴۰، ۴۱ پر لکھتے ہیں! ''ہماری محکم رائے ہے کہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا ''باب مدینۃ العلم'' ہونا ان کی فضیلت اور خصوصیت ہے۔جس کی تین توجیہات ہوسکتی ہیں۔

اولاً: مولائے کائنات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اعلم ہیں اور آپکا اعلم ہونا یقیناً آپکی خصوصیت ہے۔

ثانیاً: حدیث مدینۃ العلم کے متن میں علم سے مراد خاص علم ہے یعنی علم الاسرار جس کا مطلب یوں ہوا کہ میں محمد ﷺ علم الاسرار کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہر علم الاسرار کا دروازہ ہیں۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وساطت کے بغیر کوئی علم الاسرار حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

ثالثاً: ظاہری اعتبار سے بھی علم نبوی ﷺ کا فیضان اُمت کو بالواسطہ طور پر سب سے بڑھ کر مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی پہنچا۔ خود حضور ﷺ نے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما دیا تھا!

عن حبشی بن جنادۃ قال: رسول اللہ ﷺ علی منی وانا من علی انا من علی ولا یودی عنی الانا او علی۔ (الصواعق المحرقہ)

جواب: قادری صاحب کا موقف جو گزشتہ سطور میں ہم نے بیان کیا ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان تو ضرور ہے اور اس سے کوئی بھی انکاری نہیں ہے۔ مگر یہ جو فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں اعلم ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضوان اللہ علیہم سے بھی اعلم ہیں۔ یہی وہ تفرد ہے جو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور اسی کو تفضیل کہتے ہیں۔ اور اگر یہ تفضیلیت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟۔ اگر اس حدیث سے جمہور اہل سنت نے یہ سمجھا ہے جو کچھ قادری صاحب نے سمجھا ہے تو اس کا بیان ضروری تھا۔ قادری صاحب صرف اپنی محکم رائے بیان کر رہے ہیں۔ جو کہ صرف انھی کے گروہ کی رائے ہے۔ اگر وہ ضرب حیدری پر لکھی جانے والی جید علماء اہل سنت تقاریز ہی کو پڑھ لیتے تو جمہور علماء اسلام کی رائے معلوم ہو جاتی تو ایسی بات نہ کرتے۔ آیئے اب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ آپ صحابہ میں افضل واعلم ہیں یا کوئی اور تو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے وہ مولائے کائنات کی بات ضرور مانے گا اور ان کی محبت میں غلو کرنے والا انکی بات کا انکار کرے گا۔

۱) **حدثنا اسماعیل ابن ابراھیم انبأنا منصور بن عبد الرحمن یعنی الغدانی الاشل عن الشعبی حدیثنی ابو جیفۃ الذی کان علی یسمیہ وھب الخیر قال: قال لی علی حضرت ابا جیفۃ الا اخبرک بافضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا؟ قال قمت بلی قال: ولم اکن اری ان احد افضل منہ قال افضل ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر و بعد ابی بکر عمر۔** (مسند احمد ۱/۱۰۷ رقم الحدیث ۸۳۵ طبع بیروت بیت الافکار) اسی مضمون کی مختلف الفاظ سے حدیث: ۸۳۴، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۷۱، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۲۶، ۹۳۲، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۴۰، ۱۰۵۲، ۱۰۵۴، ۱۰۶۰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال موجود ہیں۔ (مسند احمد ج اول طبع بیروت بیت الافکار)

ترجمہ: حضرت ابو جیفہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ ان سے انکی رائے پوچھی اور جواب دیا اس اُمت میں نبی ﷺ کے بعد جو سب سے افضل ہے ابو بکر اور ابو بکر کے بعد عمر (رضوان اللہ علیہم)۔

اسی مضمون کی روایات سنن ابن ماجہ مترجم ص ۶۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۷۴ پر موجود ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

ھذا متواتر عن علی. فلعن اللہ الرافضۃ ما اجھلم یعنی یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اللہ کی لعنت ہو یہ کیسے جاہل ہیں۔ (تاریخ الخلفاء ص ۳۸)

۲) حضرت علی ارشاد فرماتے ہیں!

لا اجد احد افضلنی علیٰ ابی بکر و عمر الا جلدتہ حد المفتری ۔ یعنی میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابو بکر و عمر (رضوان اللہ علیہم) سے افضل کہتا ہے اُسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر ۸۰ کوڑے ماروں گا۔ (دار قطنی، الصواعق المحرقہ ص ۶۰)

ان دونوں روایتوں کو سامنے رکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے اور اگر یہ مسئلہ دور حاضر کے جید علماء کرام کے سامنے رکھا جائے تو اکثریت علماء اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے۔ ضرب حیدری جو اپنے موضوع کے اعتبار سے انتہائی جاندار اور شاندار کتاب ہے کو مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا سعید احمد اسعد مدظلہ جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد نے دوبارہ شائع کیا ہے۔ اس پر درج ذیل علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں۔

۱) حضرت علامہ عبدالرشید رضوی جھنگ	۲) حضرت شیخ الحدیث مناظر اسلام محمد اشرف سیالوی صاحب سرگودھا
۳) مناظر اسلام پیر سید عرفان شاہ مشہدی	۴) علامہ ابوالفضل عبدالرحیم سکندری شاہ پور چاکر سندھ
۵) علامہ سعید احمد اسعد فیصل آباد	۶) مفتی محمد طیب ارشد سرائے عالمگیر
۷) حضرت علامہ محمد عبدالطیف جلالی جامعہ نعیمیہ لاہور	۸) حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول سیالوی سرگودھا
۹) علامہ محمد مختیار احمد قاسمی دادو سندھ	۱۰) علامہ حافظ خادم حسین رضوی جامعہ نظامیہ لاہور
۱۱) علامہ مفتی شیر محمد خان (بھیرہ شریف)	۱۲) علامہ سید ارشد سعید کاظمی (ملتان)
۱۳) مولانا غلام محمد سیالوی (ناظم امتحان تنظیم المدارس)	۱۴) پیر سید عظمت علی شاہ بخاری (کیلیانوالہ شریف)
۱۵) علامہ پیر سید محمد نواز شاہ کرمانی (پنڈ دادنخان)	۱۶) پیر سید شبیر احمد (کھیوڑہ)
۱۷) علامہ مفتی محمد ایوب ہزاروی (ہری پور)	۱۸) پیر میاں جمیل احمد شرقپوری
۱۹) حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری جامعہ نظامیہ (لاہور)	۲۰) پیر سید شبیر حسین شاہ (حافظ آبادی)
۲۱) مفتی عبدالکریم نقشبندی (شیخوپورہ)	۲۲) علامہ محمد محبّ اللہ نوری (بصیر پور اوکاڑہ)
۲۳) ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری	۲۴) علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی (جامعہ ہجویریہ لاہور)
۲۵) علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (لاہور)	۲۶) پیر صوفی نور محمد (انگلینڈ)
۲۷) علامہ محمد اظہر محمود اظہری (حضرو اٹک)	۲۸) علامہ ملک اللہ دتہ اعوان (فاضل بھیرہ) حویلیاں (ہزارہ)
۲۹) علامہ حافظ محمد عمر فاروق سعیدی (مانسہرہ)	۳۰) علامہ محمد نصیر احمد اویسی (گوجرانوالہ)

اتنے مستند علماء اہل سنت کی تقاریز جو حضرت شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ کے حق میں ہیں۔اور دوسری طرف خلیل الرحمٰن قادری صاحب کا عقیدہ دیکھیں تو ان کو مفتی محمد خان قادری اور پروفیسر طاہر القادری کے محدود حلقے کے سوا کوئی قبول نہیں کر رہا۔

اب زرا ملاحظہ فرمائیں کہ سلف صالحین کا عقیدہ کیا تھا؟

۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ مہاجرین وانصار علیہم الرضوان کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس اُمت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق تھے۔(صحیح بخاری ۱/۵۲۳،ابوداؤد ۲/ ۲۸۸)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

ہم حضور ﷺ کے دور میں تمام صحابہ میں سے اس اُمت میں نبی ﷺ کے بعد افضل جانتے تھے ابوبکر صدیق کو پھر عمر کو پھر عثمان کو رضوان اللہ علیہم۔اسکو روایت کیا ابن عسا کر نے (مرام الکلام ص ۴۶ از علامہ پرہاروی بحوالہ ضرب حیدری ص ۱۵۷)

۳) امام بیہقی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہم سے اجماع نقل کیا ہے کہ ابوبکر وعمر رضوان اللہ علیہم سب سے اعلیٰ ہیں اس اُمت میں نبیوں کے بعد۔اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے۔(فتح الباری شرح بخاری ۷/۱۳)

۴) امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

اتفق اهل السنة ان افضلهم ابو بكر ثم عمر ۔یعنی اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنھم (شرح مسلم نووی ۲/۲۷۲)

۵) علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله ﷺ ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم على رضوان الله

علیھم اجمعین۔یعنی لوگوں میں افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں۔(تاریخ الخلفاء ص ۳۷)

۶) علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! کہ شیخین کی افضلیت پر پوری اُمت کا اجماع ہے۔(الصواعق المحرقہ ص ۵۹)

۷) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں! افضلیت صدیق اکبر پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا۔(ازالۃ الخفاء ۱/ ۳۱۱)

یہ صرف چند حوالے پیش کیے ہیں صلف صالحین کے ورنہ اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔

یہاں ایک غلط فہمی کو بھی دور کیے دیتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ ہیں تو افضل مگر علم کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی اعلیٰ ہیں (جیسے خلیل الرحمٰن صاحب کا عقیدہ ہے) خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں!

''مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا نکالا اور ایک ذرے سے انسان کو پیدا کیا۔اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو میں آپ کے فرمان کی خاطر جہاد کرتا۔اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو اپنی چادر سے ہی مخالفین پر حملہ کرتا اور ابوبکر کو منبر رسول ﷺ کی ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا۔لیکن آپ ﷺ نے میرے مرتبے اور ابوبکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا۔اور فرمایا! ابوبکر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا۔لہذا رسول اللہ ﷺ جس شخص کو ہمارا دینی پیشوا بنانے پر راضی ہیں ہم اسے اپنا دنیاوی پیشوا بنانے پر کیوں راضی نہ ہوں۔(الصواعق المحرقہ ص ۶۲) لہذا دینی پیشوا علم میں اعلیٰ ہوتا ہے اگر حضرت علی رضی اللہ علم میں سب سے اعلم ہوتے تو نبی ﷺ انھیں سب کا امام مقرر فرماتے اور آج تمام اہل سنت کا یہی اجماعی عقیدہ ہوتا مگر یہ تو رافضیوں اور تفضیلیوں کا عقیدہ ہے اہل سنت کا نہیں اور ہم اہل سنت ہیں۔

امام العقائد حضرت امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں! **و تقدیمہ لہ دلیل علی انہ اعلم الصحابۃ و اقرأھم** ۔یعنی نبی کریم ﷺ کا صدیق اکبر کو آگے کھڑا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ میں سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے۔(البدایۃ والنھایہ ۵/ ۲۵۷)

اسی طرح الصواعق المحرقہ ص ۱۷ پر ہے!''**ابو بکر اعلم الصحابۃ**'' اسی طرح بخاری و مسلم و مشکوٰۃ میں ہے!''**کان ابو بکر اعلمنا**''۔لہذا قادری صاحب کا اپنی محکم رائے دینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں اعلم ہیں درست نہیں۔''باب مدینۃ العلم'' میں جو کچھ بیان ہوا اس سے کیا مراد ہے۔حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ (مرقاۃ ۱۱/ ۳۴۵) میں فرماتے ہیں!''**ای باب من ابواب العلم**'' یعنی باب العلم سے مراد علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں!

''شک نیست کہ علم آنحضرت از جناب صحابہ دیگر نیز آمدہ و مخصوص بمرتضٰی نیست'' اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا علم دوسرے صحابہ کے ذریعے بھی ہم تک پہنچا ہے اور یہ علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں۔(اشعۃ اللمعات ۴/ ۶۷۷)

ثانیاً کے تحت قادری صاحب نے جو لکھا ہے کہ خاص علم مراد ہے تو حضرت صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جزوی فضیلت ہے اسکو کلی بنا کر پیش کرنا کیا معنی؟ لہذا اپنے بیان سے ہی آپکا استدلال درست نہیں۔پھر قادری صاحب نے ثالثاً کے تحت لکھا! ظاہری اعتبار سے بھی علم نبوی ﷺ کا فیضان اُمت کو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر سب سے بڑھ کر مولائے کائنات کے ذریعے ہی پہنچا۔

زرا قادری صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس میں فضیلت والی بات تو ہے اعلم اور خصوصیت والی کونسی بات ہے؟ پھر جو روایت لکھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں'' زرا اس روایت کو بھی پڑھ لیتے تو اس سے جو استدلال کیا ہے اسکی حیثیت بھی آپ پر واضح ہو جاتی۔حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!''**ابو بکر منی و انا منہ**'' یعنی ابوبکر مجھ سے ہے اور میں ابوبکر سے ہوں۔(کنزالعمال ۱۱/ ۲۴۸، الصواعق المحرقہ ص ۶۹) اس کے بعد قادری صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر اعلم ہونے کی جو دلیل دی اُس میں الفاظ ہیں''**أکثرھم علماً**'' اس کو آپ نے ترجمہ کرتے وقت''اعلم'' بنا دیا۔اور دوسری روایت میں بھی **أکثرھم علما** ہے وہاں بھی ترجمہ اعلم کا بنا کر پیش کیا گیا۔یہ فضیلت ہے خصوصیت نہیں۔

پھر قادری صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے قاضی ہونے سے اعلم ہونے پر استدلال کیا ہے۔ہم بھی مانتے ہیں کہ

اُنکی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک ہے کہ وہ سب سے بڑے قاضی تھے۔لیکن اس دلیل سے تمام صحابہ کرام بشمول حضرات شیخین سے اعلم ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے۔اورامام نسائی ،امام اصبہانی ،مستدرک حاکم سے جو استدلال آپ نے کیا ہے تو اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ جمہور محدثین اہل سنت نے ان بزرگوں کی ان روایات کو قبول نہیں کیا۔

اسی طرح قادری صاحب نے لکھا! ''علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور خود ہی لکھا کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ کو فضیلت ہے۔ چلیے تو خصائص ثابت کرنے اور دکھانے لگے فضیلتیں۔

اسکے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی (ازالۃ الخفاء) علیہ الرحمہ کا حوالہ دیا تو عرض ہے کہ اس میں حضرت ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہونے کا بیان کہاں ہے؟۔اب سنیئے اسی ازالۃ الخفاء ۱/ ۳۱۱ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں!

''افضلیت صدیق اکبر پر صحابہ کا اجماع ہو گیا''۔

اسکے بعد پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ کی طرف یہ منسوب کرنے کی کوشش کی کہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے اعلم مانتے ہیں اور حوالہ دیا تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۸۹ کا۔ یہ قبلہ پیر صاحب پر بہت بڑا بہتان ہے۔پیر صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹ پر فرماتے ہیں!

''بعد از پیغمبر کوئی شخص ابوبکر سے افضل نہیں کیونکہ اس نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے''۔

اب ذرا شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کی شرح مشکوٰۃ ''اشعۃ اللمعات'' ج ۷ ص ۴۵۷، ۴۵۸ پر اسی حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیں جس کا ترجمہ خلیل الرحمٰن قادری صاحب کے استاد جناب مفتی محمد خان قادری اور ان کے استاد شیخ الحدیث شرف ملت حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔

''عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا دار الحکمۃ و علی بابھا رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب وقال روی بعضھم ھذا الحدیث عن شریک ولم یذکروا فیہ عن الصنابحی ولا نعرف ھذا الحدیث عن احدا من الثقات غیر شریک''۔ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ہم حکمت کا محل ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔(ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے۔ یہ بھی فرمایا بعض محدثین نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ صنابحی سے مروی ہے۔ ہمیں شریک کے علاوہ کسی ثقہ راوی سے یہ معلوم نہیں ہے۔

۱) یہ الفاظ مشہور ہیں۔اس میں شک نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ کا علم دوسرے صحابہ کرام سے بھی آیا ہے اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ساتھ خاص نہیں ہے۔ یہ تخصیص کسی خاص وجہ کی بنا پر ہوگی کہ ان کے ذریعے وسیع اور عظیم علم لوگوں تک پہنچے گا جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اقضاکم علی تم میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی ہیں رضی اللہ عنہ۔ اصل میں یہ حدیث ابوا لصلت عبدالسلام ابن صالح ھروی سے مروی ہے وہ اگرچہ شیعہ ہیں لیکن سچے ہیں اور صحابہ کرام کی تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتے۔

۲) جیسے کہ بعض روایات میں آیا ہے۔

۳) اس سلسلے میں طویل گفتگو ہے جس کا کچھ حصہ (عربی) شرح میں مذکور ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں۔

''انامدینۃ العلم وابوبکر اساسھا و عمر حیطانھا و عثمان سقفھا و علی بابھا... لا تقولوا فی ابی بکر و عمر و عثمان و علی الا خیراً۔ترجمہ: ہم علم کا شہر ہیں ابوبکر اس کی بنیاد ہیں عمر اسکی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت ہیں اور علی اسکا دروازہ ہیں۔تم ابوبکر، عمر، عثمان اور علی کے بارے میں سوائے خیر (اچھی بات) کے کچھ نہ کہو۔(حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی: فردوس الاخبار (بیروت) ۱/ ۷۶) (شرف قادری) (اشعۃ اللمعات اردو ج ۷ ص ۴۵۷، ۴۵۸) ترجمہ: علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری، مفتی محمد خان قادری

(جاری ہے)

میری آواز

ایسی جمہوریت پر لعنت ہے......!

جہاں عوام فاقوں سے مر رہے ہوں....!

دم توڑتی خلق خدا اور جمہوریت کے بھنگڑے

از قلم حقیقت رقم:۔ محمد احمد ترازی (کراچی)

صاحب مجھے معلوم ہے کہ آپ بہت مصروف آدمی ہیں اور آپ کا وقت بہت قیمتی ہے مگر میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا، بس ایک چھوٹی سی کہانی سنانا چاہتا ہوں، شاید میری کہانی کسی اکبر علی، کسی ایمن کسی نادیہ، کسی بینش، کسی مزمل بی بی اور کسی شیخ اسماعیل کی جان بچا سکے، میں نے نگاہ اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا، وہ چالیس پینتالیس سال کی درمیانی عمر کا شخص تھا، اُس کی آنکھوں میں زندگی سے لڑنے کا عزم اور چہرے پر حالات سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نمایاں تھا، اِس سے قبل کہ میں اُس سے معذرت چاہتا اور اُسے اپنی کہانی سنانے سے منع کرتا اُس نے بھی میری اجازت کی ضرورت محسوس کیئے بغیر ہی اپنی کہانی سنانی شروع کردی، وہ کہہ رہا تھا،''جناب میں نے انٹر کیا ہوا ہے، ایک نجی کمپنی میں اچھی بھلی نوکری چل رہی تھی، بچے بھی درمیانے درجے کے اسکول میں پڑھ رہے تھے، سفید پوشی سے زندگی گزر رہی تھی، بدقسمتی سے ایک دن کمپنی منیجر سے کسی بات پر تکرار سے بات بڑھ گئی، اُس نے مالک سے شکایت کردی، جس نے دس بارہ سال کی محنت، ایمانداری اور ملازمت کا خیال کئے بغیر مجھے فوراً ہی جاب سے نکال دیا، یہ دھچکا میرے لیے اِس قدر شدید تھا کہ میری پوری زندگی ہی بدل گئی، دوسری ملازمت حاصل کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہوگئیں، کئی مہینے گزر گئے، اِس دوران گھر میں موجود تمام جمع پونجی ختم ہوگئی، حتیٰ کہ بیوی کے چھوٹے موٹے زیور بھی بک گئے، نوبت فاقوں تک آگئی، محلے کے دکانداروں نے ادھار دینا بند کردیا، دوست رشتے دار ادھار دے دے کر تنگ آگئے، حال یہ ہوگیا کہ انہوں نے فون اٹھانے چھوڑ دیئے، اگر کسی سے ملنے جاتا تو اندر سے کہلوادیا جاتا کہ موجود نہیں ہیں، ایک روز جب بیوی بچے تین وقت کے فاقے سے تھے، دل میں خیال آیا کہ اِس ذلت بھری زندگی سے تو مرجانا ہی بہتر ہے، مگر میرے پاس تو زہر خریدنے کے پیسے بھی نہیں تھے، اچانک یاد آیا کہ کچھ عرصہ قبل چوہے مار زہریلی دوا کی گولیاں خریدی تھیں، کیوں نہ اسے استعمال کیا جائے، اِس خیال کے آتے ہی خاموشی سے دوا کا پیکٹ ڈھونڈا، پیس کر باریک سفوف بنایا، کچن سے پرانا گڑ نکالا اور اُس میں گھول کر زہریلا شربت تیار کیا اور شربت کا جگ لے کر میں نے بیوی بچوں کو ایک کمرے میں جمع کیا، بیوی حیران تھی کہ گھر میں کھانے کو روٹی نہیں ہے، شربت کیسے بنالیا، میں نے اُس کی آنکھوں میں موجود سوال کو محسوس کرتے ہوئے کہا، نیک بخت میرے پاس ایک بہت اچھی خبر ہے جلد ہی ہماری مشکل کے دن ختم ہونے والے ہیں، جب تم لوگ یہ شربت پی لوگے تو میں تمہیں وہ خوشخبری سناؤں گا، وہ سب خوش ہوگئے، میں نے ایک گلاس میں شربت انڈیلا اور اپنی بڑی بیٹی کو پینے کیلئے دینے لگا، اِس سے قبل کہ میری بیٹی اُس گلاس کو تھامتی، یکا یک میرے سب سے چھوٹے بیٹے جس کا چہرہ فرط مسرت سے چمک رہا تھا، نے جھپٹ کر میرے ہاتھ سے گلاس لے لیا، کہنے لگا بابا جانی... پہلے میں پیوں گا، تاکہ خوشخبری بھی سب سے پہلے میں سن سکوں، جبکہ میری بیٹی بھی بضد تھی کہ بڑے ہونے کی وجہ سے شربت پہلے اُسے ملنا چاہیے، اپنے بچوں کی ایکدوسرے پر سبقت لے جاتے دیکھ کر میرے ذہن میں خیال آیا کہ میرے بچے مجھ پر کتنا اعتماد کرتے ہیں، وہ بھاگ بھاگ کر میرے ہاتھ سے زہر کا بھرا گلاس لے رہے ہیں، انہیں یقین ہے کہ اُن کا باپ اُن کو نقصان نہیں پہنچا سکتا، بجناب اُس ایک لمحے نے مجھے لرزا کر رکھ دیا، میں نے گلاس اپنے بیٹے کے ہاتھ سے چھین لیا اور تمام زہریلا شربت صحن کے ایک کچے گوشے میں انڈیل دیا اور طے کرلیا کہ آج سے میں اپنے بیوی بچوں کیلئے ہر کام کروں گا، چاہے وہ کیسا ہی کیوں نہ ہو،

چنانچہ دوسرے دن سے میں نے کباڑیئے کا کام شروع کر دیا اور گلی گلی، محلے محلے گھوم کر پرانی اشیاء ردی بوتلیں، جوتے وغیرہ جمع کرنے شروع کر دیئے، جس سے مجھے اتنی آمدنی ہونے لگی کہ میرے گھر کا چولہا جلنے لگا، شروع میں مجھے کام کا سلیقہ نہیں تھا، لیکن جوں جوں کام کا طریقہ آتا گیا، میری آمدنی بھی بڑھتی گئی، اللہ نے میرے کاروبار میں برکت دی، اب میں خود ایک بڑا کباڑی ہوں اور میرے پاس کئی پھیری والے ملازم ہیں، میرے گھر کے حالات بھی بدل چکے ہیں، بچے پرائیوٹ اسکول میں زیر تعلیم ہیں، اللہ کے فضل و کرم سے میری زندگی بہت اچھی گزر رہی ہے، میں اکثر سوچتا ہوں کہ اُس روز ایک لمحے کیلئے اگر شفقت پدری غالب نہ آتی اور میں اپنے ہاتھ سے محنت مزدوری کرنے کو عار نہ سمجھتا تو آج لاہور کے رکشہ ڈرائیور اکبر علی، کراچی کی بدنصیب ماں بیٹیوں، شاہدرہ کے بے روزگار نوجوان اور ڈی جی خان کے محنت کش شیخ اسماعیل کی طرح میری کہانی بھی اخبارات اور ٹی وی چینلز کی زینت بنی ہوتی، جناب آپ اخبارات میں لکھتے ہیں، میں نے آپ کو اپنی کہانی اِسلیئے سنائی ہے کہ آپ میرا یہ پیغام اپنے قارئین تک پہنچا دیں کہ غربت سے زیادہ مایوسی انسان کو شکست خوردہ بناتی ہے، اُمید کا دامن کبھی بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے اور کبھی اللہ کی ذات سے مایوس نہیں ہونا چاہیے، انسان کا کام ہے محنت کرنا، محنت میں ہی عظمت ہے، کوئی بھی کام برا نہیں ہوتا اور ایک انسان کو ہر کام کیلئے تیار رہنا چاہیے۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھا، سلام کیا اور مجھے جھنجھوڑنے والی کہانی سنا کر چلا گیا۔

قارئین محترم حقیقت یہی ہے کہ جب آس اُمید اور یقین کا راستہ کھو جائے تو مایوسی اور ناامیدی انسان کو ایسے تاریک گھنے جنگل میں لے جاتی ہے، جہاں موت کی آغوش ہی اُس کو آخری پناہ گاہ محسوس ہوتی ہے، دنیا بھر کے نفسیاتی ماہرین اِس بات پر متفق ہیں کہ آدمی خودکشی اُس وقت کرتا ہے جب اُس کے سامنے زندگی گزارنے کے عمل کو پہاڑ جیسا مشکل بنا دیا جائے اور کوئی اُس کا ساتھ دینے کو تیار نہ ہو، جبکہ اُس کے سامنے لوگ آسانی اور تیز رفتاری سے یہ پہاڑ سر کر رہے ہوں، ایک عام آدمی کا آخری سہارا حکومت ہوتی ہے، لیکن اگر وہ بھی ذخیرہ اندوزوں اور منافع خوروں کا ساتھ دے اور اپنی جیبیں بھرے تو مایوسی اور بھی شدید ہو جاتی ہے، اِس مایوسی کے عالم میں خودکشی کا دوسرا محرک زندگی کی وہ چمک دمک بن جاتی ہے جو حکمرانوں سرمایہ داروں اور طبقہ اشرافیہ میں نظر آتی ہے، غربت بھوک اور افلاس کے ستائے ہوئے لوگ جب اِس جانب دیکھتے ہیں تو نہ اُن کا یقین حکمرانوں پر قائم رہتا ہے اور نہ اللہ کی ذات پر، یہی وہ بے یقینی ہے، جو انہیں موت کو گلے لگانے میں مدد دیتی ہے، پاکستان میں اِس وقت غربت، بھوک اور بے روزگاری کا وحشیانہ رقص جاری ہے، گھر گھر، گلی گلی، محلے محلے غربت، بھوک اور افلاس کے عفریت نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں اور یہ عفریت کمزوروں کو اسلیئے نگل رہا ہے کہ حکمرانوں نے اپنی ظالمانہ اور عوام کش پالیسیوں کا سحر پھونک رکھا ہے، اُن کے پاس عوام کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں، دوسری طرف مہنگائی نے لوگوں کو پاگل کر دیا ہے اور جب انہیں کہیں کوئی جائے پناہ نہیں ملتی وہ موت کی آغوش میں پناہ ڈھونڈتے ہیں، خودکشی کے یہ واقعات پاکستان کے ہولناک سماجی اور نفسیاتی منظر نامے کی عکاسی کر رہے ہیں، گو کہ غربت پاکستان میں ہمیشہ رہی ہے، لیکن گزشتہ چند عشروں سے ایسی صورتحال پیدا ہوئی ہے کہ لوگ دنیا کی مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے آخرت کی مصیبت اور عذاب کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، ہمارا ماننا ہے کہ عوام کی دنیا و آخرت کی بربادی کے ذمے دار پاکستان کے حکمراں ہیں، جنھوں نے اللہ کی رحمتوں سے مالا مال ملک کو بدترین حال تک پہنچا دیا ہے، اگر حکمرانوں کی پر تعیش زندگی، بدعنوانی اور رشوت خوری کے ذریعے جمع کیے گئے کروڑوں اور اربوں روپے کی داستانوں پر نظر ڈالی جائے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے ملک کی تباہی کے اصل ذمہ دار کون ہیں، یہ صورتحال پاکستان میں سیاسی انقلاب، سماجی اصلاح اور جمہوریت کے اُن دعویداروں کے منہ پر بھی طمانچہ ہے جو اب بھی بیرونی اشاروں پر غریب عوام پر ٹیکسوں کا مزید بوجھ لادنے کے منصوبے بنا رہے ہیں، انہیں اِس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ملک کے غریب عوام کس کرب و اذیت میں مبتلا ہیں، اگر یہی حال رہا تو وہ دن دور نہیں جب لوگ ایک دوسرے کے منہ سے روٹی کے نوالے چھیننے لگیں گے۔

اَمر واقعہ یہ ہے کہ پاکستان میں ہر گزرتے دن کے ساتھ زندہ رہنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جا رہا ہے، جس کا نتیجہ خودکشی کے بڑھتے ہوئے واقعات کی صورت میں سامنے آ رہا ہے اور اس رجحان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، حال یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں مایوسی، عدم اعتماد، غربت،

خاندانی نظام کی ٹوٹ پھوٹ، بے روزگاری اور احساسِ محرومی بڑھتا جا رہا ہے، ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں خودکشی کی سب سے زیادہ شرح ایشیاء میں ہے، جو پوری دنیا کے مقابلے میں ساٹھ فیصد ہے، ایک غیر سرکاری رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ہر سال چھ سے آٹھ ہزار افراد خودکشی کر رہے ہیں، جن میں سے پچاس فیصد سے زائد واقعات تو مختلف وجوہات کی بنا پر رپورٹ بھی نہیں ہوتے، صرف دارالحکومت اسلام آباد میں پانچ برس کے دوران 99 خودکشی اور اقدام خودکشی کے واقعات رونما ہوئے، آغا خان ہسپتال کی ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق خودکشی کے 90 فیصد واقعات کا تعلق ڈپریشن سے ہو سکتا ہے، یونیورسٹی کے شعبہ نفسیات کے سربراہ پروفیسر ڈاکٹر مراد موسیٰ خان کا کہنا ہے کہ ملک کی 34 فیصد آبادی عام اعصابی امراض میں مبتلا ہے، جس میں زیادہ تر افراد تیس سال سے کم عمر ہیں، رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ بڑھتی ہوئی سماجی و معاشی مشکلات نے صورت حال کی سنگینی میں مزید اضافہ کر دیا ہے، جبکہ اِن مسائل پر قابو پانے میں حکومت کی ناکامی لوگوں میں مایوسی کو بڑھاتی ہے، جو بالآخر ڈپریشن میں تبدیل ہو جاتی ہے، ڈاکٹر مراد کا کہنا ہے کہ مایوسی خودکشی کے عوامل میں سے ایک ہے، کیونکہ انسان جتنا ذہنی دباؤ کا شکار ہوتا ہے، اُس میں مایوسی اور ناامیدی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے، خودکشی کے خلاف کام کرنے والی ایک عالمی تنظیم انٹرنیشنل ایسوسی ایشن فار سوسائیڈ پری وینشن (آئی اے ایس پی) کا کہنا ہے کہ دنیا بھر میں ہر سال دس لاکھ سے زیادہ لوگ خودکشی کرتے ہیں اور اِن کی تعداد جنگوں، دہشت گردی کے واقعات اور قتل کے نتیجے میں ہلاک ہونے والوں سے کہیں زیادہ ہے۔ اِس وقت پاکستان میں روزانہ اوسطاً سات افراد خودکشی کر رہے ہیں، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 2008ء میں دو ہزار پانچ سو اٹھائیس افراد نے خودکشی کی جن میں ایک ہزار سات سو پچیس مرد اور آٹھ سو تین خواتین شامل ہیں، جنوری 2000ء تا دسمبر 2009ء کے دوران پاکستان بھر سے خودکشی کے 31349 واقعات رپورٹ ہوئے، جس کی زیادہ تر وجہ انصاف کی عدم فراہمی یا پھر معاشی بدحالی ہے، حقیقت یہ ہے کہ خودکشیوں کی بنیادی وجہ معاشی بدحالی کے ساتھ مغرب کی نقالی اور اپنی تہذیب و تمدن اور اپنے دین سے دور ہو کر مغرب کی جدیدیت اور مادیت کا شکار ہونا بھی ہے، جس نے فرد اور ہمارے معاشرے میں اضطراب اور بے سکونی کی کیفیت پیدا کر دی ہے اور ہمارے ملک میں مغربی معاشرے کی طرح ذہنی و اعصابی امراض پیدا ہو گئے ہیں، جس کا منطقی نتیجہ خودکشی کے بڑھتے ہوئے رجحان کی صورت میں سامنے آ رہا ہے، ماہرین نفسیات کے مطابق مسائل میں گھرے ہوئے انسان کو جب اُمید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی تو وہ موت کو تمام مسائل کا حل سمجھتا ہے، پاکستان میں غربت اور بیروزگاری کی شرح میں جس تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، اُس نے ایک غریب آدمی کی کمر توڑ کر رکھ دی ہے، اِس وقت پاکستان کی تقریباً 60 فیصد سے زیادہ آبادی خط غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے، حالات میں بہتری کی امید اُن کے لیے ماند پڑتی جا رہی ہے، مایوسی بڑھ رہی ہے اور وہ نوجوان جو ملک و قوم کا سرمایہ ہیں وہ اپنی زندگیاں ختم کر رہے ہیں، پاکستان میں بڑھتی ہوئی غربت، مہنگائی، ناانصافی لوگوں کیلئے زندگی اور موت کا مسئلہ بن چکی ہے اور پاکستان کے سماجی، اقتصادی اور صحت سے متعلق بڑھتے ہوئے مسائل اور بیروزگاری اور غربت کی ابتر صورت حال نے لوگوں کو حرام موت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستانی سماج بھی اب مغربی سماج کی طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا ہے، ایسے میں خودکشی اور مایوسی کے اِس رجحان کو روکنے کے لیے حکومت سے اُمید رکھنا کارِ عبث ہے، کیونکہ حکمراں تو ریس کے شوقین، گولف کے دلدادہ اور عالیشان محلوں کے رہنے والے ہیں، عوام کو پینے کا صاف پانی اور دو وقت کی روٹی میسر ہو یا نہ ہو لیکن اُن کے گھوڑوں کیلئے تو میوے بادام حاضر ہیں، ایسے میں قوم کو اپنی تقدیر اور اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کرنا ہوگا اور اِن ظلموں سے نجات کے لیے عملی قدم اٹھانا ہوگا، ورنہ ایک وقت آئے گا کہ پوری قوم یا تو اجتماعی خودکشی پر خود مجبور جائے گی یا پھر زبردستی مجبور کر دی جائے گی، ہم سمجھتے ہیں کہ کروڑوں لوگوں کو مہنگائی، بھوک اور بے روزگاری کی مار دے کر حکمران ملک کو اُس خونی انقلاب کی طرف دھکیل رہے ہیں جو سب کچھ تلپٹ کر کے رکھ دے گا، پنجاب کے وزیر اعلیٰ اِس انقلاب سے متعدد مرتبہ خبردار کر چکے ہیں، اب تو حکومتی جماعت کے رکن سینیٹر رضا ربانی بھی کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ گلیوں سے اٹھنے والا انقلاب حکمران طبقے کو بہا لے جائے گا، درست فرمایا فخر پاکستان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے کہ ”جس ملک میں عوام فاقوں سے مر رہے ہوں، وہاں جمہوریت کے بھنگڑے ڈالے جائیں، تو ایسی جمہوریت پر لعنت ہے۔“

حدیث:۹ حضرت عبداللہ بن قرط حضرت عمر اور حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کا عقیدہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ بن قرط صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اپنا خط ابوعبیدہ بن الجراح کے نام یرموک بھیجا اور سلامتی کی دعا کی عبداللہ جب مسجد سے نکلے تو خیال آیا کہ مجھ سے خطا ہوئی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے روضہ شریف پر سلام عرض نہیں کیا شاید اس کے میں روضہ رسول کی زیارت نہ کرسکوں اس لیے روضہ شریف پر حاضر ہوئے - وہاں حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرات علی بن ابی طالب وعباس رضی اللہ عنہم حاضر تھے۔امام حسن حضرت علی کی گود میں اور امام حسین حضرت عباس کی گود میں تھے۔اور وہ تلاوت کررہے تھے حضرت عبداللہ نے حضرت علی اور حضرت عباس سے عرض کی کہ کامیابی کے لیے دعا فرمائیں خصوصاً رسول اللہ ﷺ کی قبر انور کے پاس تو دونوں نے روضہ شریف پر ہاتھ اُٹھا کر یوں دعا کی:- ﴿ اللّٰهُمَّ إِنَّا نَتَوَسَّلُ بِهٰذَا النَّبِيِّ المصطفى والرسول المجتبى الذى تَوَسَّلَ بِهِ آدمُ فَاَجَبْتَ دَعْوَتَهُ وَغَفَرْتَ خَطِيْئَتَهُ سَهِّلْ عَلى عبدِ اللهِ طَرِيْقَهُ وَاطْوِ لَهُ الْبُعْدَ وَاَيِّدْ اصحابَ نَبِيِّكَ بالنصر انك سميع الدعاء﴾ یا اللہ! ہم اس نبی مصطفیٰ ورسول مجتبیٰ ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں کہ جن کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا قبول ہوگئی اور اُن کی خطاء معاف ہوگئی کہ تو عبداللہ پر اُس کا راستہ آسان کردے اور بعید کو نزدیک کردے اور اپنے نبی کے اصحاب کی فتح ونصرت کے ساتھ مدد فرما بیشک تو دعا کا سننے والا ہے اس کے بعد حضرت علی نے عبد اللہ سے کہا کہ اب جایئے اللہ تعالی حضرت عمر وعباس وعلی وحسن وحسین وازواج رسول اللہ ﷺ ورضی اللہ عنہم کی دعا کو رد نہ کرے گا کیونکہ انہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اس نبی کا وسیلہ پکڑا ہے جو اکرم الخلق ہیں۔(فتوح الشام ج۱ ص۱۰۵، سیرت رسول عربی ص۵۷۸)

حدیث:۱۰ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں صحابہ کرام کا رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کرنا:

امام طبرانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں: حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے کسی کام سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا تھا اور حضرت عثمان اس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور نہ اس کے کام کی طرف دھیان دیتے تھے ایک دن اس شخص کی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی اس نے ان سے اس بات کی شکایت کی، حضرت عثمان نے اس سے کہا کہ تم وضوخانہ جاکر وضو کرو پھر مسجد میں جاؤ وہاں دو رکعت نماز پڑھو، پھر یہ کہو: اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اپنے نبی، نبی رحمت محمد ﷺ کے وسیلہ سے، اور اے محمد ﷺ میں آپ کے واسطے سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کرے اور اپنی حاجت کا ذکر کرنا، پھر میرے پاس آنا حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ جاؤں گا وہ شخص گیا اور اس نے ان کے بتائے ہوئے طریقہ پر عمل کیا، پھر وہ حضرت عثمان بن عفان کے پاس گیا، دربان نے ان کے لئے دروازہ کھولا اور ان کو حضرت عثمان بن عفان کے پاس لے گیا حضرت عثمان بن عفان نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور پوچھا تمہارا کیا کام ہے، اس نے اپنا کام ذکر کیا حضرت عثمان بن عفان نے اس کا کام کردیا اور فرمایا تم نے اس سے پہلے اب تک اپنے کام ذکر نہیں کیا اور فرمایا جب بھی تمہیں کوئی کام ہو تو تم ہمارے پاس آجانا پھر وہ شخص حضرت عثمان بن عفان کے پاس سے چلا گیا اور جب اس کی حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا اللہ تعالی آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔حضرت عثمان بن عفان میری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے اور میرے معاملہ میں غور نہیں کرتے تھے کہ آپ نے ان سے میری سفارش کی حضرت عثمان بن حنیف نے کہا بخدا! میں نے حضرت عثمان بن عفان سے کوئی بات نہیں کی لیکن ایک مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں موجود تھا، آپ کے پاس ایک نابینا شخص آیا اور اس نے اپنی نابینائی کی آپ سے شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کیا تم اس پر صبر کروگے اس نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ مجھے راستہ دکھانے والا کوئی نہیں ہے اور مجھے بڑی مشکل ہوتی ہے نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: وضوخانے میں جاؤ اور وضو کرو پھر دو رکعت نماز پڑھو پھر ان کلمات سے دعا کرو حضرت عثمان بن حنیف نے کہا ابھی ہم الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ ابھی زیادہ باتیں ہوئی تھیں کہ وہ نابینا شخص آیا اس حال میں اس کی آنکھیں بینا ہوچکی تھیں۔(ترغیب والترہیب حدیث:۱۰۰۸ کتاب النوافل باب الترغیب فی صلاۃ الحاجۃ، طبرانی حدیث ۴۹۹ص ۲۰۱، اور حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو "مجمع الزوائد"، ج۲ ص ۲۷۹ میں بیان کرکے لکھا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔)

Monthly **AL-HAQIQA** July 2010
Reg.No. C.P.L.169

